عوامی ورکرز پارٹی

منشور و دستور

عوامی ورکرز پارٹی کی پہلی کانگریس منعقدہ 27-28 ستمبر 2014ء اسلام آباد سے منظور شدہ

تقسیم کار و پبلشر:

عوامی ورکرز پارٹی

رابطہ: 5۔میکلوڈ روڈ لاہور، فون:042-37357091

ای میل:awamiworkers@gmail.com

www.awamiworkersparty.org

منشور

فہرست

دستور

منشور عوامی ورکرز پارٹی

تعارف

1۔ عوامی ورکرز پارٹی محنت کش عوام اور محنت کار عوام کی نمائندہ ایک ترقی پسند، جمہوری اور سیکولر پارٹی ہے، جس کا مقصد طبقاتی نظام، قومی جبر اور صنفی جبر کا خاتمہ اور ریاست پر محنت کش و محنت کار عوام کی عملداری قائم کرنا ہے۔

2۔ عوامی ورکرز پارٹی بائیں بازو کی تین سیاسی جماعتوں کے انضمام کے نتیجے میں وجود میں آئی۔ انضمام کرنے والی جماعتوں میں لیبر پارٹی، عوامی پارٹی اور ورکرز پارٹی شامل تھیں۔ عوامی ورکرز پارٹی کی انضمامی کانگرس 11 نومبر 2012 کو ایوانِ اقبال لاہور میں منعقد ہوئی جس میں ایک ڈرافٹ منشور پیش کیا گیا تھا۔ اُس ڈرافٹ منشور پر انضمامی کانگرس کے مندوبین کی تجاویز کی روشنی میں فیڈرل کمیٹی کے فیصلوں، قومی اکائیوں کی تجاویز اور پہلی خواتین مندوبین کونشن، منعقدہ 2 مارچ 2014ء کو مدنظر رکھتے ہوئے نظرثانی کی گئی۔ نظرثانی شدہ ڈرافٹ منشور فیڈرل کمیٹی کی منظوری کے بعد پارٹی کی پہلی کانگریس میں منظور کیا گیا۔

اِبتدائیہ

(1) ملکی پس منظر

1۔ پاکستانی ریاست وجود کے پہلے دن سے سیاسی، معاشی، سماجی اور نظریاتی تضادات کا شکار ہے اور اِسی وجہ سے آج تک عوام کے بنیادی مسائل تک حل نہیں ہو سکے۔ برصغیر سے برطانوی سامراج کے جانے کے بعد دنیا کے نقشے پر نمودار ہونے والی اس ریاست نے اپنے عوام

کو عالمی سامراجی یلغار اور نوآبادیاتی ریاستی ڈھانچے کے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے۔ چھ دہائیاں گزرنے کے باوجود عوام پر مسلط غیر جمہوری، اقوام دشمن اور مذہب کے نظریاتی زور پر چلنے والے نظامِ حکمرانی نے غربت، نفرت اور تشدد کو جنم دیا ہے۔ آج طبقاتی جبر عروج پر ہے اور اشرافیہ اپنے مفادات کی خاطر پورے ملک کو داؤ پر لگانے کے لیے تیار ہے۔ ایک طرف جاگیرداری اور سرمایہ داری، فوجی و سول افسر شاہی اور سامراجی قوتوں نے ملک کی معیشت اور سیاست پر مکمل قبضہ جمایا ہوا ہے تو دوسری طرف محنت کرنے والے کسان، مزدور، درمیانے طبقے کے پیشہ ور افراد، خواتین اور اقلیتوں کا مقدر غربت، زیادتی اور بے کسی ہے۔ مظلوم قوموں پر جبر بھی شدت اختیار کرتا چلا جا رہا ہے جس کے خلاف بلوچستان اور سندھ میں ردِ عمل تیزی سے ابھر رہا ہے۔

2۔ پاکستان کے اندر معاشی و سماجی ناہمواری کی بنیادی وجہ وہ فرسودہ معاشی و سماجی ڈھانچے ہیں جو کہ جدید نوآبادیاتی نظام کی علامت ہیں۔ ہمارے ہاں ایک طرف قبائلی و جاگیرداری باقیات موجود ہیں اور دوسری طرف سرمایہ دارانہ نظام کا استحصال عروج پر ہے۔ سرد جنگ کے بعد سرمایہ داری گلوبلائزیشن کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ گلوبلائزیشن کے مفکرین کا موقف تھا کہ "آزاد" منڈیوں اور لبرل جمہوریت کے ذریعے ترقی پذیر ممالک کو خوشحالی کی راہ پر گامزن کیا جا سکتا ہے۔ مگر "تاریخ کے خاتمے" کا یہ فریب اب سامراجی جنگوں اور خود ترقی یافتہ ممالک کے اندر 2008ء سے جاری عالمی سرمایہ دارانہ بحران کی شکل میں بے نقاب ہو چکا ہے۔ دنیا بھر میں منڈیاں تو "آزاد" ہو رہی ہیں لیکن عوام غلامی میں جکڑے ہوئے ہیں۔ پاکستانی عوام سامراجی غلامی کا شکار پچاس کی دہائی کے اوائل میں ہی بنا دیئے گئے جب امریکہ کے ساتھ ہمارے حکمرانوں نے فوجی معاہدے کئے۔ ان معاہدات کے نتیجے میں فوجی اسٹیبلشمنٹ اپنے غیر ملکی آقاؤں کے بل بوتے پر ملک کا سب سے طاقتور ادارہ بن گئی۔ فوجی جرنیلوں نے نہ صرف جمہوریت اور وفاقیت کو یرغمال بنایا بلکہ ملکی وسائل پر بھی قبضہ جمایا اور آج یہ جرنیل پاکستان کے بڑے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں میں شامل ہیں اور اپنے معاشی مفادات کی خاطر ہر قسم کے اقدامات اٹھانے کے لیے تیار

ہیں۔ فوجی و سول افسر شاہی اور بالادست طبقات نے مضبوط مرکز، نام نہاد قومی سلامتی اور اسلام کے تحفظ کے نام پر پاکستان کو ایک ہیبت ناک اشرافیائی ریاست بنا رکھا ہے جہاں ایجنسیاں راج کرتی ہیں، ہمسایہ ممالک کے ساتھ مستقل دشمنی اور بڑھتے ہوئے فوجی مصارف کے باعث عوام کو بنیادی انسانی ضرورتوں سے محروم رکھا جاتا ہے اور پولیس، مال، عدل اور دیگر سرکاری محکمے عوام کی خدمت کی بجائے ان پر ظلم ڈھاتے ہیں۔

3۔ اسی ظالمانہ نظام کے خلاف غریب عوام اور مظلوم اقوام نے ہمیشہ مزاحمت کی ہے۔ تاہم عالمی سیاسی و معاشی حالات اور حکمران طبقات کی ریشہ دوانیوں کے باعث محنت کش عوام آج منقسم ہیں۔ مختلف قوموں کے مابین تضادات عروج پر ہیں جبکہ مذہبی انتہا پسندی نے سماج کی جڑوں کو اندر سے کھوکھلا کر دیا ہے۔ کراچی شہر، جو کہ 1980ء تک مزدور تحریک کا مرکز تھا، اب کئی دہائیوں سے مسلسل خانہ جنگی کی لپیٹ میں ہے۔ محنت کش عوام نے اپنی منظم جد وجہد اور قربانیوں کے بل پر جو معاشی و سیاسی مراعات ماضی میں حاصل کی تھیں وہ بتدریج چھینی جا رہی ہیں۔ ایسے مزدور دشمن قوانین بنائے گئے ہیں جن کے باعث کروڑوں محنت کشوں کو احتجاج اور ہڑتال کے بنیادی حق سے محروم کر دیا گیا ہے جبکہ ورلڈ بینک، آئی ایم ایف اور ڈبلیو ٹی او کی مسلط کردہ پالیسوں کی وجہ سے دیہات میں چھوٹے کسانوں اور مزارعین کا وجود بتدریج ختم کر کے دیہی مزدور یعنی اجرتی غلام بنانے کا عمل جاری ہے۔ محنت کشوں، پیشہ ور حلقوں اور طالب علموں کو انجمن سازی کے آئینی حقوق سے محروم کر دیا گیا ہے اور سماج کے تمام مظلوم حلقوں پر جبر و تشدد روزمرہ کا معمول بن چکا ہے۔

4۔ سماجی جبر کا ایک بڑا نشانہ عورتیں بنتی ہیں۔ عورت کی محنت کی نہ تو قدر ہے اور نہ ہی معاوضہ۔ عورت نہ گھر میں اور نہ باہر آزاد ہے اور اس کیخلاف ہر روز ایسے جرائم منظر عام پر آتے ہیں جن کو کوئی مہذب سماج برداشت نہیں کر سکتا۔ مذہبی اقلیتیں بھی انتہائی خوف کے عالم میں اپنی زندگی گزار رہی ہیں جبکہ ذات پات کی بنیاد پر کروڑوں شہریوں کے ساتھ آج بھی انسانیت سوز سلوک کیا جاتا ہے۔

5۔ گزشتہ چند دہائیوں کے دوران، خاص طور پر 1980ء کی دہائی سے ہزاروں غیر

سرکاری تنظیمیں (NGOs) عوامی حقوق کے تحفظ، ترقی، اور فلاح و بہبود کے تحفظ کے نام پر مغربی و عرب ممالک اور سرکار کے ذریعے بین الاقوامی سامراجی مالیاتی اداروں کی بے پناہ امداد کے ساتھ منظر عام پر آئی ہیں۔ NGOs کا ایک حصہ انسانی حقوق اور سیاسی آزادیوں کے لئے عوامی شعور و آگہی کو اُجاگر کر رہا ہے۔ مگر ان کی ایک بڑی تعداد مذہبی بنیاد پرست دہشت گرد تنظیموں اور مذہبی سیاسی پارٹیوں کی بے پناہ نظریاتی، مالی و تنظیمی معاونت کر رہی ہیں۔ ترقیاتی اور فلاح بہبود کا کام کرنے والی NGOs نے بھی ملک بھر میں شہر اور دیہات کی سطح پر بہت بڑا جال پھیلا رکھا ہے اور اکثر خود کو ریاست کے متبادل کے طور پر پیش کرتی ہیں۔ ان کی نظریاتی حدود، مفادات، تنظیمی ساخت، کام و طریقہ کار کا تعین معاونت دینے والے ادارے اور ممالک کرتے ہیں۔ NGO کی اکثریت سامراج کی نیولبرل معاشی و سیاسی پالیسیوں اور مذہبی بنیاد پرست نظریاتی ایجنڈے کا حصہ ہیں۔ ہماری پارٹی اُصولی طور پر یہ سمجھتی ہے کہ عوام کے حقوق کا تحفظ، عوامی سہولیات کی فراہمی اور عوام کی فلاح و بہبود کی بنیادی ذمہ داری ریاست کی ہے۔

6۔ پاکستانی سیاست کے مرکزی دھارے کی پارٹیاں جب اقتدار سے باہر ہوں تو عوامی مسائل کا چرچا ضرور کرتی ہیں اور انہیں فوجی آمریتوں کا نتیجہ قرار دیتی ہیں مگر جب یہ پارٹیاں خود اقتدار میں آتی ہیں تو غریب محنت کش عوام کو یکسر بھلا دیتی ہیں۔ ان پارٹیوں نے ہمیشہ فوجی اسٹیبلشمنٹ کی مرضی سے اقتدار میں حصہ لیا ہے اور فوجی اسٹیبلشمنٹ نے مذہبی انتہاء پسندوں اور سامراجی مفادات کو ہی تحفظ دیا ہے ملک کی اس تیزی سے بگڑتی سماجی اور سیاسی صورتحال سے نکالنے کیلئے ایک حقیقی سامراج دشمن، جاگیردار و سرمایہ دار مخالف، اینٹی اسٹیبلشمنٹ، سیکولر عوامی اور انقلابی پارٹی کی ضرورت ہے۔

7۔ ایسی پارٹی نہ ہونے کے باوجود وسیع عوامی حلقوں میں تبدیلی کی شدید خواہش موجود ہے۔ حکمران طبقات کے اندر تضادات بھی دن بدن بڑھ رہے ہیں۔ چنانچہ حقیقی عوامی انقلابی تحریک منظم کرنا آج وقت کی اہم ترین ضرورت اور پاکستان کے بائیں بازو کا اولین فریضہ ہے۔

دنیا بھر میں ترقی پسندوں میں ایک بار پھر اتفاق پیدا ہو رہا ہے کہ عالمی سرمایہ داری کی جگہ ایک سوشلسٹ نظام کا قیام نہ صرف انسانیت کی منزل ہے بلکہ اس کی بقاء کے لیے ناگزیر ہے۔ اپنی جدوجہد کو معاشی، سیاسی و سماجی سطحوں پر منظم کرنے کے ساتھ ساتھ ہمیں ماحول دوست پالیسیاں بھی اپنانا ہونگی۔ ہمیں ایک ایسے سیاسی و معاشی ڈھانچے کی تعمیر کرنا ہوگی جس کا مقصد منافع کمانا نہیں بلکہ انسانی ضروریات پوری کرنا ہو اور جس میں ذاتی مفاد پر اجتماعی مفادات کو ترجیح حاصل ہو۔ اس طویل جدوجہد کا آغاز پاکستان کے سماج اور ریاست کے بنیادی تضادات کی درست نشان دہی سے ہوگا۔ عوامی ورکرز پارٹی غریب محنت کش عوام کی منظم قوت کے بل پر ان تضادات کو حل کرے گی اور ایک نیا سوشلسٹ نظام نافذ کرے گی۔

(2) عالمی پس منظر

1۔ پاکستان کی سیاسی اور سماجی صورتحال کو سمجھنے کے لیے پچھلی تین دھائیوں میں عالمی سطح پر ہونے والی تبدیلیوں کو دیکھنا ضروری ہے۔ 1980ء کی دہائی کے اواخر اور 1990ء کی دہائی کے دوران عالمی سطح پر جو زبردست تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئیں، ان کے نتیجے میں ایک طرف تو عالمی سوشلسٹ بلاک منہدم ہو گیا تو دوسری طرف بین الاقوامی سرمایہ دار قوتوں اور انکے دانشوروں نے سرمایہ دارانہ معیشت (مارکیٹ اکنامی) کو حرفِ آخر کے طور پر پوری دنیا کے سامنے پیش کیا۔ سامراجی گلوبلائزیشن اور نیا عالمی نظام اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ یقیناً اس صورتحال کا گہرا منفی اثر دنیا بھر کی ترقی پسند تحریکوں اور بالخصوص پسماندہ اور ترقی پذیر ممالک کی تحریکوں پر پڑا۔ سوشلزم کو ایک متبادل نظام کے طور پر متنازعہ بنا دیا گیا۔ تاہم چند ہی برسوں کے اندر یہ حقیقت کھل کر سامنے آ گئی کہ نیا عالمی نظام اور سرمایہ دارانہ گلوبلائزیشن، درحقیقت نو سامراجی قوتوں کی توسیع کے سوا کچھ نہیں۔ ان قوتوں کی سربراہی امریکہ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ نظام جو خود ترقی یافتہ ممالک کے محنت کش طبقات کے بڑھتے مسائل کا حل بھی پیش نہیں کر سکا، تیسری دنیا کے بیشمار ممالک کو محض اپنی معاشی محکومی کے شکنجے میں جکڑ کر انکی دولت بالخصوص تیل اور دیگر معدنی وسائل کو اپنے مکمل غاصبانہ

تسلط میں رکھنا چاہتا ہے۔ترقی یافتہ سرمایہ دار ممالک اندرونی معاشی وسیاسی تضادات کے باوجود پوری دنیا کو اپنی منڈی کے طور پر محفوظ بنانے کے لیے امریکہ کی سربراہی پر متفق ہیں۔سرد جنگ کے خاتمے اور متبادل عالمی معاشی نظام اور سوشلسٹ بلاک کے ٹوٹ جانے کے باوجود سرمایہ دار ملکوں اور بالخصوص امریکہ نے نہ تو نیٹو کو ختم کیا، نہ ہی اسلحہ میں کمی کی، نہ ایٹمی ذخائر محدود کیے اور نہ ہی دنیا بھر سے فوجی اڈوں کو ختم کیا۔بلکہ ترقی پذیر ممالک کے قدرتی وسائل پر قبضے اور سامراجی استحصال کو جاری و قائم رکھنے کیلئے نئے فوجی اڈے قائم کیے جا رہے ہیں۔

2۔ بیسویں صدی کے نصف آخر میں خاص طور پر سائنس اور ٹیکنالوجی نے جو ہمہ گیر اور ہوش ربا ترقی کی وہ ایک طرف تو تہذیب انسانی کا عظیم سرمایہ ہے تو دوسری طرف اس کی بدولت سرمایہ دارانہ نظام کی پیداواری صلاحیت، استحصالی طاقت اور حربی اور استبدادی قوت میں زبردست اضافہ ہوا ہے۔سامراجی گلوبلائزیشن کی نوسامراجیت کی بنیادیں یہی ہیں۔تاہم ٹیکنالوجی، سائنس اور تباہ کن اسلحے کی قوت پر قائم مارکیٹ اور منافع کا جدید سرمایہ داری نظام اپنے اندرونی تضادات کا خاتمہ نہیں کرسکا اور آج ایک نہ ختم ہونے والے مالی اور معاشی بحران کا شکار ہے۔

3۔ اس صورتحال نے دنیا بھر میں بشمول ترقی یافتہ ممالک کے اندر ایک نئی تحریک کو جنم دیا، جو ایک طرف گلوبلائزیشن کے معاشی و مالیاتی ہتھیاروں یعنی ورلڈ بینک، ایشیائی ترقیاتی بنک، آئی ایم ایف اور ڈبلیو ٹی او کی ان پالیسیوں کے خلاف ہے جو عوام دشمن ہیں اور دوسری طرف امریکہ اور اس کے حواریوں کی توسیع پسندی اور اس غاصبانہ قبضے کے خلاف ہے جو افغانستان اور عراق کے حوالے سے آج خاص طور پر بدنام زمانہ ہیں۔بہر حال جدید ٹیکنالوجی اور بالخصوص معلومات کی ترسیل کا پھیلاو ایک مثبت پیش رفت ہے۔بائیں بازو اور سماجی تبدیلی کی تحریکیں بھی قومی اور عالمی سطح پر معلومات اور نظریات کی ترسیل اور اپنی جدوجہد کو منظم اور مربوط کرنے کے لیے جدید ٹیکنالوجی کے ہتھیاروں کو استعمال کر رہی ہے۔اور زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے سہولت حاصل کر رہے ہیں۔تاہم حقیقت یہ بھی ہے کہ سرمایہ دارانہ ترقی کے تصور کو نئے سرے سے چیلنج کرنے کی

اشد ضرورت ہے۔بیسویں صدی کے سوشلسٹ تجربات نے ثابت کیا ہے کہ صرف مادی ترقی اور جدید ٹیکنالوجی کے حصول سے سماجی شعور نہیں ابھرتا۔

4۔ امریکہ میں ستمبر 2001ء میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر او دیگر جگہوں پر حملوں کے نتیجے میں امریکی جارحیت میں اضافہ ہوا۔"دہشت گردی کے خلاف جنگ" سامراجی طاقتوں اور انکے گماشتہ ریاستوں کا دنیا پر بالادستی قائم کرنے کا ایک نیا ہتھیار بن کر سامنے آیا۔پاکستان پر بھی اس کے براہ راست اثرات پڑے۔پاکستان میں حکومتیں، بالخصوص پاکستانی افواج، پاکستان بننے کے بعد سے امریکی مفادات اور انکی علاقائی حکمت عملی سے ویسے بھی جڑی رہی ہیں او اس پر فخر بھی کرتی رہی ہیں۔پاکستان اور افغانستان میں مذہبی رجعت پسند عناصر اور انکے بنیاد پرستانہ نظریات اور انکے شدت پسندانہ عزائم کو امریکی پشت پناہی سے پاکستان کی خفیہ ایجنسیوں نے ایک طویل عرصہ تک پروان چڑھایا۔"جہاد اور جہادی" چند سال پہلے تک پاکستانی حکمرانوں کا ہی تکیہ کلام نہیں تھا بلکہ امریکہ کے ذرائع ابلاغ اور حکومتی اہلکار بھی اسکا ذکر کھلے عام کرتے تھے۔لیکن 2001ء میں افغانستان پر امریکی اور نیٹو افواج کے حملے کی بعد اس بیانیئے میں تبدیلی لائی گئی اور لفظ 'جہاد' کی جگہ بنیاد پرستی، شدت پسندی، اور دہشت گردی اور وار آن ٹیرر کے الفاظ نے لے لی۔

5۔ بیانیئے میں اس شفٹ نے ایک طرف امریکی ریاست اور اسکی گماشتہ سعودی بادشاہت کی پاکستان کی افواج اور حکمران طبقے سے رشتے میں تبدیلیاں کیں اور اسے مزید پیچیدہ بنایا اور اسکا خمیازہ غریب عوام نے بھگتا۔تو دوسری طرف پاکستان کی افواج اور حکمران طبقے کی بالادست حیثیت کو اس نئے بیانیئے نے عمومی طور پر مزید تقویت دی۔اس نئے اور پرانے دونوں بیانیئے نے مجموعی طور پر عوام کی آزادی کے حقیقی سوالات بشمول طبقاتی سوال، قومی سوال اور عورت کے سوال کو عوام کے شعور سے اوجھل کر دیا ہے۔جس نے عمومی طور پر سیاست کو اور بالخصوص ترقی پسند اور سیکولر سیاست کو الجھا کر اپنے دھوئیں کے لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔

حصہ اول حصہ

پاکستانی ریاست کے معاشی وسماجی تضادات

(1)طبقاتی تضاد

1.1۔ آقا اور غلام، جاگیردار اور مزارع، سرمایہ دار اور مزدور کی شکل میں مالک اور محنت کش کے مابین تضاد تمام طبقاتی معاشروں میں موجود رہا ہے۔آج پاکستان میں بھی یہ طبقاتی تضادات اپنی تمام بھیانک شکلوں میں موجود ہیں اور ہمارے سماجی ڈھانچے میں جو تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں ان کے نتیجہ میں طبقاتی جبر میں مزید اضافہ ہو رہا ہے۔جس کی چند شکلیں مندرجہ ذیل ہیں:

1.2۔ ماضی کی منظم صنعتی مزدور تحریک منتشر ہو چکی ہے۔پاکستان کی کل لیبر فورس کے صرف تین فیصد مزدور کسی ٹریڈ یونین کے رکن ہیں۔جبکہ مزدوروں کی بھاری اکثریت غیر رسمی شعبہ میں بغیر قانونی تحفظ کے اپنی قوت محنت بیچنے پر مجبور ہے۔ٹھیکہ داری نظام اور کنٹریکٹ لیبر عام ہونے کی وجہ سے مزدور اور خاص طور پر گھریلو محنت کشوں کی بہت بڑی تعداد بدترین استحصال کا شکار ہیں۔ملکی اور بین الاقوامی سطح پر لیبر قوانین ضرور منظور ہوتے ہیں لیکن مزدوروں اور خصوصاً غیر رسمی شعبے میں کام کرنے والوں کو مناسب اجرت، کام کا تحفظ اور باعزت حالات کار میسر نہیں۔یہی وجہ ہے کہ محنت مشقت کرنے والوں کی اکثریت اس کوشش میں رہتی ہے کہ بیرونِ ملک جا کر روزی کمائے۔آج پاکستان کی نمبر ایک ایکسپورٹ لیبر ہے۔

1.3۔ صنعتی شعبے کو بتدریج تباہی کی طرف دھکیل دیا گیا ہے۔"آزاد" منڈی کا عملاً مطلب مقامی سرمایہ کو مستقل طور پر عالمی سرمائے کا طفیلی بنانا ہے۔ٹیکسٹائل جیسے شعبوں میں وہ کارخانے بند ہو رہے ہیں جو عالمی سرمایہ کے دائرے سے باہر ہیں اور بہت سی صنعتوں میں مستقل ملازمت کا تصور موجود ہی نہیں ہے۔

1.4۔ بڑی زمینداریوں اور جاگیرداری وقبائلی باقیات کے باوجود زراعت میں جاگیردارانہ رشتے تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں۔اب مستقل بنیادوں پر زمینوں پر کام کرنے والے مزارعین

کی جگہ ٹھیکے پر کام کرنے والے دیہی مزدور لے رہے ہیں۔کل کا چھوٹا کسان بھی ملکی اور عالمی منڈی کے جبر کی وجہ سے اپنی زمینیں چھوڑنے پر مجبور ہے۔اعداد وشمار کے مطابق پاکستان کے دیہی علاقوں میں اب تقریباً تین کروڑ لوگ بے زمین ہو چکے ہیں۔آڑھتی اور درمیانے طبقے کے دیگر کاروباری افراد کی معاشی طاقت بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے اور یہ حلقے گزشتہ دو دہائیوں کے دوران ملکی سیاست میں اہم کھلاڑیوں کے طور پر ابھرے ہیں۔

1.5۔ عورتوں پر جبر اور استحصال میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔جاگیرداری اور سرمایہ داری نظام، طبقاتی اور صنفی تضاد کا ایک تہرا نظام ہے، جہاں جاگیرداری اور سرمایہ داری نظام ایک طرف منافع کے لئے محنت کش عورت کا طبقاتی بنیادوں پر استحصال کر رہا ہے، وہاں دوسری طرف وہ گھریلو معیشت میں عورت کے بلا اجرتی کام سے اپنی شرح منافع میں بھی اضافہ کر رہا ہے۔جاگیردارانہ معیشت میں عورت مزدور ایک فرد کے طور پر نہیں بلکہ مزارع خاندان کے ایک ممبر کے طور پر کام کر رہی ہے اور معاوضہ اُسے نہیں، بلکہ خاندان کے سربراہ کو ملتا ہے۔سرمایہ داری معیشت میں عورت مزدور اور مرد مزدور کے استحصال کے طریقے مختلف ہوتے ہیں۔سرمایہ دارانہ معیشت میں عورت مزدور کی محنت کو نسبتاً سستے داموں خریدا جا رہا ہے کیونکہ اسے محنت کی منڈی میں ریزرو آرمی کی طرح سمجھا جاتا ہے۔جس کو منڈی میں محنت کے ضرورت کی کمی اور بیشی کے پیش نظر بوقت ضرورت استعمال کیا جاتا ہے۔اور بوقت ضرورت واپس گھروں میں بھیجا جاتا ہے۔دیہاتوں سے مردوں کی اکثریت کا دوسرے ممالک اور شہروں میں روزگار کے لئے جانے کے بعد اب اکثر کھیتوں میں عورت کا کام کرنا اس کی سب سے بڑی مثال ہے لیکن ہمارا سماج اور ریاست اِن عورتوں کو نہ تو کسان ماننے کو تیار ہے اور نہ ہی مزدور قوانین کے تحت اِن کو منظم ہونے کا حق دینا چاہتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ سرمایہ داری نظام میں اکثر عورتیں جز وقتی کام کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔اور اسی وجہ سے مردوں پر ان کا معاشی انحصار قائم رہتا ہے۔

1.6۔ شہروں کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اور دیہاتوں سے شہر کا رخ کرنے

والوں کی تعداد مسلسل بڑھ رہی ہے۔یوں دیہات پہلے سے بھی زیادہ نظر انداز ہوتے جا رہے ہیں جبکہ شہروں میں بالائی درمیانے طبقے کے لیے نئی رہائشی سکیمیں، گاڑیاں اور ہمہ اقسام کی دیگر سہولیات فراہم کی جا رہی ہیں۔غریب کچی آبادیوں میں رہنے والے سڑکوں پر محنت بیچنے پر مجبور ہیں۔ریاست اپنی فلاحی ذمہ داریوں سے کنارہ کش ہو رہی ہے جبکہ نجی شعبے کی ترجیح عوام کی ضروریات پورا کرنا نہیں بلکہ منافع کمانا ہے۔یوں پاکستان میں طبقاتی تضاد وقت کے ساتھ ساتھ شدت اختیار کرتا چلا جا رہا ہے۔

(2) سامراجی تضاد

2.1۔ پاکستان سمیت دنیا بھر میں سامراجیت کے بھیانک اثرات آئے روز واضح ہوتے جا رہے ہیں۔سرمائے کا عالمی سطح پر پھیلاؤ اور اجارہ دارانہ شکل اختیار کرنے کے نتیجے میں ترقی پذیر ریاستوں کی خود مختاری ختم ہو رہی ہے۔جہاں ضرورت پڑنے پر سامراجی قوتیں اپنا فوجی تسلط براہِ راست قائم کرتی ہیں ورنہ سامراجی ایجنڈے کو پورا کرنے کا فریضہ مقامی حکمران کو سونپا جاتا ہے۔اس سامراجی یلغار کی وجہ سیاست اور معیشت کے ساتھ ساتھ مقامی و علاقائی ثقافتیں بھی خطرے میں ہیں۔چنانچہ آج سامراجی عالمگیریت (گلوبلائزیشن) کیخلاف مزاحمت نہ صرف معاشی اور سیاسی سطح پر منظم ہو رہی ہے بلکہ اس لڑائی میں ثقافت بھی ایک اہم ہتھیار کی حیثیت اختیار کر چکی ہے جس کی بہترین مثال لاطینی امریکہ میں نئی سوشلسٹ ریاستوں میں مقامی کلچر کا فروغ ہے۔

2.2۔ سامراجیت کی بنیادی علامت ماضی کی طرح آج بھی عالمی سطح پر ناہموار ترقی ہے۔پیداواری سطح پر چین دنیا کی سب سے بڑی معیشت بن چکی ہے جبکہ مالیاتی سرمائے کے لحاظ سے امریکہ دنیا کا مرکز ہے۔عالمی سرمایہ دارانہ مالیاتی بحران نے واضح کر دیا ہے کہ دنیا میں کوئی بھی ملک عالمی معاشی نظام سے کٹا ہوا نہیں ہے۔دوسری طرف یہ حقیقت بھی بے نقاب ہو چکی ہے کہ سرمایہ داری کا بحران نہ صرف مستقل ہے بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ سنگین بھی ہوتا جا رہا ہے۔مالیاتی سرمائے کے پھیلاؤ کے نتیجہ میں ایک چھوٹی اقلیت بیشمار دولت پر قابض ہوئی ہے جبکہ معاشرے

میں اقتصادی ناہمواری میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے اور ماحولیاتی تباہی بڑھی ہے۔انسان کی پیداواری و تخلیقی صلاحیتوں کو ابھارنے کی بجائے جدید مالیاتی سرمایہ داری کی کوکھ سے جنم لینے والی اقدار نے ہر چیز بشمول انسان کو خرید و فروخت کی شے بنا دیا ہے۔

2.3۔ پاکستان میں سامراج کے معاشی جبر کا اظہار ان عالمی مالیاتی اداروں کی پالیسیوں اور بین الاقوامی معاہدوں کی شکل میں ہوتا ہے جن کے ذریعے "آزاد منڈی" کے قیام کے نام پر بے دریغ نجکاری اور ملٹی نیشنلز کی اجارہ داری کی راہ ہموار کی جاتی ہے۔ساتھ ہی مالیاتی قرضوں کی واپسی کا دباؤ اتنا بڑھا گیا ہے کہ اسٹیٹ بینک ان قرضوں کی ادائگی اور دیگر غیر پیداواری اخراجات کو پورا کرنے کے لیے سالانہ ایک کھرب روپے سے زیادہ مالیت کے نوٹ چھاپ رہا ہے۔اس تباہ کن صورت حال کے باوجود ہمارے حکمران سامراجی اداروں کی ایماء پر معیشت کو عالمی سرمایہ کاروں کے حوالے کئے جا رہے ہیں۔عوام کی بنیادی ضروریات پوری کرنے والی بجلی، تیل، گیس، ٹرانسپورٹ اور مواصلات جیسی تمام بنیادی صنعتوں کو حصے بخرے کر کے فروخت کیا جا رہا ہے۔جبکہ زمین، پانی، جنگل اور معدنیات کی بندربانٹ کا عمل اتنی تیزی سے جاری ہے کہ ہمارا قدرتی ماحول جلد ہی تباہی کے دہانے پر ہوگا۔

2.4۔ سامراج نے "جمہوریت" اور "آزادی" کے نام پر افغانستان، عراق، لیبیا، اور شرقِ وسطیٰ کے کئی ممالک میں فوجی مداخلت کی ہے یا براہِ راست قبضہ کیا ہے جبکہ افغانستان میں سامراجی مداخلت اور گزشتہ 35 برسوں سے جاری جنگ کے نتیجے میں مذہبی منافرت فرقہ واریت، دہشت گردی عروج پر ہے اور منشیات و اسلحہ کا کاروبار پاکستان میں متبادل معیشت کی شکل اختیار کر چکا ہے۔سرد جنگ کے آخری دور میں پاکستان سامراجی کاروائیوں کا اگلا مورچہ بنا رہا جس کے مہلک اثرات آج ہمارے لیے جان لیوا مرض بن چکے ہیں۔

2.5۔ سامراج ایک ملک کا نام نہیں ہے۔معیشت پر قبضے کے ساتھ ساتھ سامراج کے فوجی، سیاسی اور ثقافتی اثرات ہر طرف پھیلے نظر آتے ہیں۔پاکستان میں سامراجی قوتوں میں امریکہ

سرفہرست ہے جبکہ سعودی عرب بھی اپنے مخصوص مفادات کی خاطر ہمارے سماج کی ثقافت بدلنے میں لگا ہوا ہے۔ سامراجیت کی ہر شکل سے نجات حاصل کرنا اور عالمی سرمایہ داری نظام کے متبادل کو تعمیر کرنے کے لیے صبر آزما جدوجہد کی ضرورت ہے جو دنیا بھر کے محنت کش طبقات اور انسان دوست قوتوں کے ساتھ مل کر کی جانی چاہیے۔

(3) مذہبی تضاد

3.1۔ سامراج اور اس کے پروردہ حکمران طبقات نے ہمیشہ مذہب کو سماجی تبدیلی کی قوتوں کے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے۔ آج پاکستان سمیت ساری مسلم دنیا میں ترقی پسند اور بنیاد پرست عناصر کے مابین شدید فکری اور سیاسی کشمکش جاری ہے۔ ترقی پسند عناصر ریاست اور مذہب کو جدا رکھنا چاہتے ہیں جبکہ بنیاد پرستوں کا فتویٰ ہے کہ ریاست کو مذہب کے تابع ہونا چاہیے۔ پاکستان کی ابتدائی اسٹیبلشمنٹ نے "قرارداد مقاصد" کی شکل میں ریاست کو مذہب کے تابع کرنے کا رستہ فراہم کیا۔ بنگلہ دیش کی آزادی کے بعد پاک فوج اور اس کی پیروی میں باقی ماندہ اسٹیبلشمنٹ نے اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے پاکستان کو مذہبی بنیاد پرست ریاست میں تبدیل کرنا شروع کر دیا۔ 1978ء کے افغان انقلاب کے بعد امریکہ، سعودی عرب اور پاکستانی حکمرانوں نے مل کر مذہبی بنیاد پرستوں کی نہ صرف بڑے پیمانے پر مالی اور عسکری امداد کی بلکہ اسلامی جہاد کے نام پر پورے معاشرے پر نصاب، میڈیا اور دینی مدارس کے ذریعے ایک متعصب، متشدد، عوام دشمن اور مقامی ثقافتوں کی نفی کرنے والا "سیاسی اسلام" لاگو کر دیا۔ ریاستی اداروں کی پروردہ "جہادی" قوتوں نے نہ صرف ہمسایہ ممالک میں انتشار پھیلایا بلکہ ملک کے اندر فرقہ وارانہ فسادات بھڑکائے۔ ساتھ ہی ریاستی اداروں میں رجعتی سوچ رکھنے والے افراد کو بڑے پیمانے پر بھرتی کیا گیا لہٰذا آج پاکستان کی ایک پوری نسل کے فکری اور سماجی رویے "سیاسی اسلام" کے متعین کردہ ہیں۔

3.2۔ اس پس منظر میں ہمارے خطے پر سامراجی غلبہ اور حملہ، دہشت گردی کے خلاف نام

نہاد جنگ اور فوجی آپریشنز اور بربریت عوام کی زندگی کو بری طرح متاثر کر رہے ہیں۔ بلوچستان، کراچی، پختونخواہ اور فاٹا میں فوجی آپریشنز اور ملک بھر میں دہشت گردی کے واقعات نے عوام اور خاص طور پر عورتوں اور بچیوں کا گھروں سے نکلنا محال کر دیا ہے۔ مسخ شدہ لاشوں کا ملنا روز کا معمول ہے۔ سکول اور ہسپتال بند ہو گئے ہیں۔ جبری نقل مکانی کرنے سے عوام کے حالات مزید مخدوش ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اِسوقت صرف فاٹا سے جبری نقل مکانی کر کے کیمپوں میں رہنے والوں کی تعداد 40 لاکھ تک پہنچ چکی ہے۔ اِس جنگ و جدل، فوج گردی اور اسلحے کی بھرمار نے ایک طرف پدرشاہی، طبقاتی جبر اور ملکی معاشی کمزوری کو عمومی طور پر مزید تقویت دی ہے تو دوسری طرف بنیاد پرستی اور دہشت گردی نے عوام کی آزادی کے حقیقی سوالات کو ملکی سیاست سے غائب کر دیا ہے۔

3.3۔ مذہبی بنیاد پرستی کا وائرس ہمارے معاشرے میں بری طرح سرائیت کر چکا ہے۔ مذہبی اشتعال انگیزی اور فرقہ وارانہ بربریت روز کا معمول ہے، مذہبی اقلیتیں ملک چھوڑ کر بھاگ رہی ہیں۔ معاشرے میں نہ اختلاف کی گنجائش بچی ہے نہ رواداری کا مادہ۔ ہماری ریاست مصلحت اور خوف کے مارے اپنے ہی پیدا کردہ اس عفریت کے آگے بے بس ہے۔ جبکہ سامراجی قوتوں نے کبھی مذہبی بنیاد پرستوں کی حمایت کی ہے تو کبھی ان کے خلاف ایسی کارروائیاں کی ہیں جن کے باعث ان سے نمٹنا اور زیادہ مشکل ہو گیا ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ روشن خیال عوام کا وسیع تر حلقہ منظم جدوجہد کے ذریعے اس مذہبی بنیاد پرستی کا سدباب کرے اور سیکولر ریاست، سیاست اور معاشرے کے قیام کی راہ ہموار کرے۔

3.4۔ گزشتہ 12 سالوں کے دوران مذہبی عسکریت پسندوں کے ساتھ ان گنت مذاکرات، امن معاہدے اور فوجی آپریشنز کی ناکامی نے ثابت کیا ہے کہ ریاست کے نظریات، ریاستی ڈھانچے، قومی سلامتی پالیسی اور خارجہ پالیسی میں بنیادی تبدیلیاں کئے بغیر یہ مسئلہ حل ہونے والا نہیں ہے۔ مذاکرات، امن معاہدوں اور فوجی آپریشنز کی سیاست پاکستان کی قومی سلامتی پر مبنی ریاست (نیشنل سیکورٹی سٹیٹ) کا خاصہ ہے جو کہ فطرتاً عوام سے "رازداری" اور "جھوٹ" اور

عوام کی موت یا جبری نقل مکانی پر منتج ہے۔ ہماری تاریخ گواہ ہے کہ اس سے مذہبی جنونیت، تشدد و بربریت، اور مذہبی فرقہ واریت بڑھی ہے۔ یہ حقیقت اب کھل کر سامنے آچکی ہے کہ "قومی سلامتی" پر منتج ریاست نہ تو ملک میں امن کا قیام کر سکتی ہے اور نہ ہی ریاست کی رٹ قائم کر سکتی ہے۔ لہٰذا ریاست کے نظریات، ڈھانچے، قومی سلامتی پالیسی، اور خارجہ پالیسی میں بنیادی تبدیلی ناگزیر ہے۔ مذہب اور ریاست کو الگ کرنا، عدم مداخلت اور پڑوسی ممالک سے پرامن تعلقات اور خودمختاری پر منتج خارجہ پالیسی، فوجی اسٹیبلشمنٹ اور دائیں بازو کے گٹھ جوڑ کو توڑنا، ریاست کا بلاامتیاز تمام مذہبی دہشت گرد تنظیموں کے خاتمے کے لئے اقدامات، مذہبی عسکریت پسندوں کی معاونت اور انکی پشت پناہی سے ہاتھ روکنا، جیسے اقدامات کئے بغیر یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

(4) قومی تضاد

4.1 پاکستان ایک کثیرالقومی ریاست ہے مگر ہمارے حکمران طبقات نے اپنے مفادات کی خاطر پاکستان کو ایک حقیقی وفاقی ریاست کی بجائے مرکزیت پسند ریاست بنانے کی کوشش کی۔ جس کے نتیجے میں شرقی پاکستان بنگلہ دیش بنا اور آج بھی مختلف قومی اکائیاں اپنے حقوق کیلئے لڑ رہی ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد پنجابی حکمرانوں کی بالادستی دیگر صوبوں کے جاگیرداروں کے ساتھ گٹھ جوڑ کی شکل میں سامنے آئی۔ آگے چل کر فوجی و سول افسر شاہی میں پنجابیوں کی اکثریت نے اس ضمن میں فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ قلات اسٹیٹ اور فاٹا کا جبری الحاق کیا گیا۔ سندھ اور بنگال کی ترقی پسند جمہوری سیاسی قوتوں کو ملک دشمن قرار دے کر ان کے علاقوں پر فوج کشی کی گئی اور ریاستی جبر کا نشانہ بنایا گیا۔ حکمرانوں نے مذہب کے نظریاتی غلبے اور مضبوط مرکز کے نظریے کو سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جس کے نتیجے میں پاکستان میں بسنے والی قوموں کے درمیان تضادات بڑھے۔

4.2 بنیادی طور پر قومی تضاد کا تعلق ان سیاسی، معاشی اور ثقافتی محرمیوں سے ہے جو کہ پاکستانی ریاست میں وقت کے ساتھ ساتھ گھمبیر ہوتی چلی جارہی ہیں اور جن کا واضح اظہار پاکستان کے اندر مراعات یافتہ اور پسماندہ علاقوں کی شکل میں نظر آتا ہے۔ پاکستان کے ریاستی

اداروں میں تمام قوموں کی مناسب نمائندگی کبھی موجود نہیں رہی اور نہ ہی سرکاری وسائل کی تقسیم منصفانہ رہی ہے جبکہ قدرتی وسائل پر اختیار قوموں سے چھین کر مرکز نے اپنے پاس رکھا۔ پانی کی غیر منصفانہ تقسیم نے احساس محرومی کو مزید گہرا کیا۔ ان سیاسی و معاشی محرومیوں کے ساتھ ساتھ پاکستان کے اندر قوموں کی شناخت کا مسئلہ بھی سنگین ہوتا گیا۔ 1948 کے اردو بنگالی تنازع سے ظاہر ہوا کہ حکمران پاکستان میں رہنے والی تمام قوموں کی تاریخ و ثقافت مٹانے پر تلے رہے ہیں۔ بنگلہ دیش کی آزادی سے سبق سیکھنے کی بجائے ہمارے حکمران طبقات آج بھی بلوچ اور دیگر مظلوم قوموں کے حقوق کی جدوجہد کو کچلنے میں مصروف ہیں۔ مسخ شدہ لاشوں اور ٹارگٹ کلنگ کے جواب میں قوم پرستوں کے ایک حصے میں نسل پرستی کے رجحانات بھی ابھرتے نظر آتے ہیں۔

4.3۔ اس حوالے سے نئے صوبوں کے قیام اور فاٹا کا مسئلہ بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ نئے صوبوں کا قوموں کی بنیاد پر بننا اور فاٹا کا آئینی خاتمہ اور عوام کے اُمنگوں کے مطابق ازسرنو تشکیل پاکستان میں وفاقیت کی لازمی شرط ہے۔ پاکستان کے حکمرانوں کی مرکزیت پسندی کا آخری انجام قومی آزادی کی تحریکوں کا پھیلاؤ ہے۔ کیونکہ عوام آخر کار ظالمانہ سیاسی، معاشی و سماجی نظام سے ہر صورت چھٹکارہ چاہتے ہیں۔ ایک حقیقی عوام دوست اور محنت کش عوام کی پارٹی تب تک نہیں بنے گی جب تک قومی تضاد کے تمام پہلوؤں کو گہرائی میں سمجھا نہیں جاتا اور اس کی بنیاد پر ٹھوس حکمت عملی ترتیب نہیں دی جاتی۔ لہٰذا نئے عمرانی معاہدے کی ضرورت ہے۔

(5) صنفی تضاد

5.1۔ پاکستان کا ریاستی، معاشی اور سماجی نظام، مزدور طبقات، مظلوم قومیتوں اور عورت پر جبر واستحصال کے تین بنیادی ستونوں پر کھڑا ہے۔ ہمارے سماج کی معاشی اور معاشرتی ترقی میں عورت اپنی محنت کا تگنا حصہ ڈالنے کے باوجود مردوں کی نسبت کمتر اور تیسرے درجے کی شہری مانی جاتی ہے۔ خاص طور پر محنت کش اور محنت کار طبقات، غیر مسلم اور مظلوم قومیتوں سے تعلق رکھنے والی عورتیں سماج کا پسماندہ ترین حصہ ہیں۔ یہ نظام عورتوں سے لی جانے والی تہری محنت کی بنیاد پر

کھڑا ہے، وہ بھی اکثر بلا اُجرت محنت پر: (۱) عورت خود مزدور کے طور پر کھیتوں، کارخانوں، بھٹوں، دفتروں، سکولوں، ہسپتالوں اور سڑکوں پر کام کرتی ہے؛ (۲) وہ مرد مزدور کی خدمت کرتی ہے تا کہ وہ چاک و چوبند اور صحت مند رہے، کام کرتا رہے اور سرمایہ و منافع پیدا کرنے کا عمل جاری و ساری رہے، اور (۳) یہ کہ وہ نئے مزدور جنم دیتی ہے، پالتی ہے اور مزدوری کے طور پر تیار کرتی ہے۔ عورت کو اس تقسیم کار اور اس پر مبنی جنسی اور سماجی تعلقات، ثقافت، اخلاقیات اور جمالیات سے انحراف کی بہت کڑی سزائیں ملتی ہیں۔ مرد کی بالادستی پر مبنی یہ نظام عورت پر جبر اور استحصال کو جاری رکھنے کے لیے تشدد کو آلے کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ مادی بنیاد جس کے اوپر یہ پدرشاہی نظام کھڑا ہے، وہ عورت کی محنت، تولیدی طاقت اور جنسیت پر مرد کی بالادستی ہے۔ اور یہ کہ عورت کی محنت، تولیدی طاقت اور جنسیت کے استعمال پر جاگیرداری، سرمایہ داری اور پدرشاہی کے مابین متضاد مفادات کے باوجود ان تینوں کا عورت کے خلاف آپسی گٹھ جوڑ بہت مضبوط ہے۔

5.2۔ پاکستان بننے کے بعد سرمایہ داری نظام اور ٹیکنالوجی کی ترقی و غیر ملکی اشیاء کی بھرمار، عورتوں کی تعلیم اور سیاسی و سماجی حقوق کی تحریکوں کی وجہ سے کچھ سطحی تبدیلیوں کے نتیجے میں عورتوں کے معیارِ زندگی میں معمولی بہتری تو آئی ہے لیکن وہ آج بھی صدیوں سے جاری سماجی جبر، استحصال اور جنس کی بنیاد پر امتیازی سلوک کا شکار ہیں۔ معاشرے میں طبقاتی اور صنفی تعصبات کی وجہ سے عورت کی زندگی اجیرن ہے۔ تعلیم، صحت، روزگار اور انصاف کے حصول اور زندگی کے ہر شعبے میں صنفی جبر کی وجہ سے عورتیں مردوں کے مقابلے میں انتہائی پسماندہ ہیں۔ پیداواری نظام، معاشی تبدیلیوں، بڑھتی ہوئی غربت، شدت پسندی اور دہشتگردی نے محنت کش طبقے کی عورت پر محنت کے بوجھ اور صنفی جبر کو کئی گنا بڑھا دیا ہے۔ جاگیرداری کا شکار علاقوں میں پنچایتوں کی ایما پر عورتوں پر سرعام تشدد کیا جاتا ہے۔ گھریلو تشدد بھی بلاتفریق طبقہ ہر عورت کا مسئلہ ہے۔ دنیا میں عورتوں کے لئے خطرناک ترین سمجھے جانے والے ممالک کی فہرست میں افغانستان اور کانگو کے بعد پاکستان تیسرے نمبر پر ہے۔ اقوام متحدہ کے عورتوں کی ترقی اور حقوق کے 136 ممالک کے

انڈکس میں پاکستان کا 135 واں نمبر ہے۔ اسکول نہ جانے والوں بچوں کی تعداد نائجیریا کے بعد پاکستان میں سب سے زیادہ ہے، جن میں اکثریت لڑکیوں کی ہے۔

5.3۔ انسانی سماج کی بقاء میں انسان کی تخلیق نو اور پیداواری عمل لازم و ملزوم ہیں، ان کی باہمی جڑت میں سرمایہ داری نظام تقسیم کار کے ذریعے مصنوعی طریقے سے تفریق پیدا کرتا ہے۔ جس میں عورت کی ذمہ داری گھر کے اندر اور مرد کی گھر سے باہر ہوتی ہے۔ اس صنفی تقسیم کار کی وجہ سے جہاں محنت کش طبقے کے مرد کا تضاد طبقاتی حوالے سے سرمائے کے ساتھ بنتا ہے، وہاں اسی نظام میں پدرسری نظام کی وجہ سے وہ گھر کے اندر عورت کی بلا اجرت محنت سے بھی فائدہ اٹھاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مزدور تحریکوں میں پیداواری رشتوں میں استحصال کے خاتمے کے لئے جدوجہد تو کی جاتی رہی ہے مگر بلا اجرتی پیداواری رشتوں میں صنفی استحصال کے خاتمے کی کوششیں نمایاں نظر نہیں آتیں اور یہی بات مزدور تحریک کی کمزوری کا ایک بنیادی سبب بھی ہے۔ اس لیے ہمیں اپنی سیاست میں عورت پر صنفی جبر اور اسکے طبقاتی استحصال کے ذاتی اور عوامی دونوں پہلوؤں کے علاوہ اسکے ثقافتی و سیاسی پہلوؤں کو بھی دیکھنا ہوگا۔

5.4۔ ہم سمجھتے ہیں کہ پدرشاہی نظام عورتوں پر صنفی جبر کا ایک بڑا منبع ضرور ہے لیکن واحد منبع نہیں ہے۔ صنفی جبر اور طبقاتی استحصال اٹوٹ طریقے سے ایک دوسرے کے ساتھ جُڑے ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر جہاں پورا کا پورا خاندان یا گاؤں جاگیردار، سردار یا سرمایہ دار کے قبضے میں ہو، اس خاندان کی عورت کو پورا نظام بدلے بغیر، صرف پدرشاہی سے مکمل طور پر بچانا اور برابری و آزادی دلانا ناممکن ہے۔ اس لیے غیر طبقاتی نظام کے قیام کی کامیابی کے لئے لازم ہے کہ استحصال زدہ محنت کش طبقہ اپنے معمولی اور فروعی مفادات کو، جو انہیں سرمایہ داری نظام میں پدرسری نظام کی وجہ سے مل رہے ہیں، ترک کر دے۔ محنت کش اور محنت کار عوام کی استحصالی نظام کے خاتمہ کی جدوجہد عورت پر جبر و استحصال سے آزادی کا سوال اٹھائے بغیر اور عورتوں کی شمولیت کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اس لیے محنت کش اور محنت کار عوام کو جنس کی بنیاد پر آپسی محاذ آرائی

پیدا کرنے کے بجائے نابرابری اور استحصالی نظام کے خاتمہ کی مشترکہ جدوجہد کرنی ہوگی۔ ریاست کی طبقاتی اور صنفی بنیادوں کا ادراک کرتے ہوئے انہیں چیلنج کرنا ہوگا، کیونکہ اس کے بغیر سماجی انصاف اور صنفی برابری پرمبنی اشتراکی نظام کا قیام ناممکن ہے۔

حصہ دوم

پاکستانی سیاست اور ہماری پارٹی

پاکستان کی موجودہ سیاست کو نظریاتی طور پر تین بڑے دھڑوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: مذہبی سیاست، پاپولسٹ سیاست اور عوامی یا انقلابی سیاست۔ ہماری پارٹی ان تینوں سیاسی رجحانات بارے واضح موقف رکھتی ہے۔

(1) مذہبی سیاست

1.1۔ ہمارے حکمران طبقے نے مذہب کو سماجی تبدیلی کی قوتوں کے خلاف اور سماجی ومعاشی ڈھانچے کو جوں کا توں رکھنے کیلئے استعمال کیا ہے۔ اسلام ہمارے ملک کی اکثریت کا مذہب ہے مگر برصغیر کے مسلمانوں میں تاریخی طور کبھی بھی مذہبی بنیاد پرستی کی روایت نہیں رہی۔ موجودہ دور میں یہ صورتحال تیزی سے بدل رہی ہے۔ مذہب سیاست بن چکا ہے اور خود ریاست اس کاروبار میں شامل ہے۔ آج پاکستان کے تمام بڑے مذہبی فرقوں نے اپنی سیاسی پارٹیاں قائم کر رکھی ہیں، متعدد مذہبی عسکری تنظیمیں ان کے علاوہ ہیں۔ آئینی تحفظ کے ساتھ مذہبی فرقوں اور گروہی بنیادوں پر قائم سیاسی پارٹیوں نے ہی پورے ملک میں فرقہ واریت کو پروان چڑھایا ہے جس کی وجہ سے آج پورا سماج عدم برداشت کا شکار ہوگیا۔ 1947ء سے 2000ء تک یہ مذہبی سیاسی پارٹیاں امریکہ اور دیگر سامراجی ممالک کی مخالفت نہیں کرتی تھیں بلکہ امریکی اشیرواد اور عملی مدد سے ہی اشتراکی ممالک اور اشتراکی نظام کی مخالفت کرتی تھیں۔ ستمبر 2001ء میں امریکہ کے ٹاورز پر ہوائی حملے کے واقعات اور عراق وافغانستان میں نیٹو کے فوجی قبضے کے بعد سے ان مذہبی

سیاسی پارٹیوں نے امریکہ دشمنی کو اپنی سیاست کا محور بنایا ہوا ہے، یوں عوام میں موجود سامراج مخالف جذبات سے سیاسی فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ عملی طور پر ان پارٹیوں کا سامراجیت سے کوئی بنیادی تضاد نہیں ہے کیونکہ مذہبی سیاسی پارٹیوں کا سرمایہ داری نظام سے کوئی بنیادی اختلاف نہیں بلکہ ان پارٹیوں کی سامراج مخالفت ثقافتی اور مذہبی نعرے بازی تک محدود ہے۔ آخری تجزیے میں یہ سیاسی پارٹیاں ملکی معاملات میں مُلاء کو نظریاتی ویٹو کا اختیار دینا چاہتی ہیں اور یوں اقتدار میں حصہ دار بننا چاہتی ہیں۔ یہ جماعتیں اپنے مذہبی بیانیئے، کثیر فنڈز، فسطائی طریقہ کار اور مساجد اور مدرسوں کے وسیع جال کے ذریعے شہروں اور دیہاتوں کے نیم پڑھے لکھے بیروزگار افراد خصوصاً دینی مدارس کے طالب علموں کو اپنی طرف راغب کرتی ہیں۔ سوات کے تجربے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مذہبی عسکری تنظیموں میں جہاں پیشہ وارانہ قاتلوں کو بھرتی کیا جاتا ہے وہاں طبقاتی تضاد کو ابھار کر غریب محنت کشوں کی مجبوریوں کو استعمال کرتے ہوئے انہیں "جہاد" کے نام پر گمراہ کیا جاتا ہے۔ شہروں میں درمیانہ طبقے کا ایک حصہ بھی مذہبی سیاست کی حمایت کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ سب سے خطرناک بات مذہبی سیاسی جماعتوں کے تبلیغی مدارس کا دیہی عورتوں میں بڑھتا ہوا اثر ورسوخ اور مقبولیت ہے جو کہ نسلوں کی بربادی کا باعث بنے گا۔ ان جماعتوں کو جذباتی مذہبی نعرے بازی کے ذریعے عوام کے ایک محدود حصے میں مقبولیت حاصل ہے۔ تاہم ریاستی سطح پر ان تنظیموں کے تعلقات اور بیرونِ ملک مالی امداد کی وجہ سے مذہبی سیاست کا دائرہ پھیلنے کے امکانات موجود ہیں۔

1.2۔ یہ مذہبی سیاسی جماعتیں ایک طرف پاکستان کے آئین کی بظاہر حمایت کرتی ہیں جس کی بنیادیں سرمایہ دارانہ جمہوریت پر رکھی گئی ہیں۔ مگر دوسری طرف خلافت اور امارت کے مذہبی سیاسی نظام کو مانتی ہیں اور ان کے بقول عملی طور پر نافذ کرنا چاہتی ہیں۔ ان میں بعض افغانستان کے ملا عمر کے اسلامی امارتی نظام کو اپنا آئیڈیل سمجھتی ہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین ہو یا ملا عمر کا امارتی نظام۔ دونوں میں بادشاہت کا تصور نہیں ہے۔ مگر یہ مذہبی سیاسی پارٹیاں کبھی بھی سعودی عرب کی

بادشاہت اور عرب کی دیگر شیوخ ریاستوں کے نظام جو تمام بادشاہتیں ہی ہیں ان کی مخالفت نہیں کرتیں، کیونکہ انہی ممالک کی مالی مدد سے ان کے ہزاروں مدرسے اور کاروبار چلتا ہے۔ دراصل یہ مذہبی سیاسی پارٹیاں جمہوریت اور عقل و دانش کی بنیاد پر سماجی ترقی کی مخالف ہیں۔ جاگیردارانہ سرمایہ دارانہ معاشی نظام کو قائم رکھنا چاہتی ہیں، اور معاشرے کو سماجی طور پر مذید پسماندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں لے جانا چاہتی ہیں۔ جس کا فائدہ طبقاتی نظام کی بالادست قوتوں کو ہی ہوگا، سرمایہ داری و سامراجیت کو مضبوط کرنا ہی ان کا اور ان کے سرپرست قومی و بین الاقوامی طاقتوں کا مقصد ہے۔

(2) پاپولسٹ سیاست

2.1۔ پاکستان میں بیشتر عرصہ پاپولسٹ یعنی مقبولیت پسند سیاستدان برسراقتدار رہے ہیں۔ کئی فوجی سربراہان نے بھی پاپولسٹ سیاست کا سہارا لیا ہے۔ پاپولسٹ سیاستدان معاشرے کے تمام طبقات کو خوش کرنا چاہتے ہیں لہٰذا ان کا پروگرام بارہ مصالحے کی چاٹ ہوتا ہے۔ پاکستان میں پاپولسٹ سیاست کے فارمولے میں حسب ضرورت تبدیلی ہوتی رہتی ہے مگر قومی غیرت، اسلام کا غلبہ، انڈیا دشمنی، امریکہ کو للکارنا اور کرپشن و غربت کے خلاف نعرے لگانا پاپولسٹوں کے آزمودہ نسخے ہیں۔ ان نعروں کا فوجی جرنیل، مسلم لیگ، پیپلز پارٹی اور تحریک انصاف جیسی پاپولسٹ پارٹیاں کثرت سے استعمال کرتی ہیں۔

2.2۔ پاپولسٹ سیاستدان نظام میں بنیادی تبدیلی نہیں چاہتے۔ یہ ٹھوس پروگرام کی بجائے عوام کے جذبات ابھار کر اور انہیں سبز باغ دکھا کر اپنے پیچھے لگائے رکھنے میں دلچسپی رکھتے ہیں اور اپنے لیڈر کے ذاتی کرشمے کے بل پر اقتدار حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے نعرے کچھ بھی ہوں پاپولسٹ آخری تجزیے میں غریب محنت کش عوام کی نہیں بلکہ اشرافیہ کے کسی مخصوص حصے کی نمائندگی کررہے ہوتے ہیں۔

2.3۔ پاپولزم تمام طبقات کو متاثر کرتا ہے مگر اس کے فعال ترین کارکن سیاسی کیریئر بنانے کے خواہشمند، درمیانے طبقے کے پڑھے لکھے پیشہ ور افراد ہوتے ہیں۔ آج پاکستان کی آبادی کا

65 فیصد نوجوانوں پر مشتمل ہے۔ جس کا ایک حصہ حقیقی سیاسی متبادل نہ ہونے کے باعث پاپولزم کی طرف مائل ہو رہا ہے۔ عوامی سیاست کی راہ میں پاپولزم ایک سنجیدہ رکاوٹ ہے جسے پاٹنا ضروری ہے۔ مزدوروں، کسانوں، درمیانے طبقے، نوجوانوں، خواتین اور اقلیتوں میں وسیع پیمانے پر سیاسی وسماجی کام کے ذریعے ہی پاپولزم کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

(3) عوامی و انقلابی سیاست

3.1۔ عوامی سیاست کا بنیادی مقصد غریب محنت کش عوام کو اس ملک کا حقیقی مالک و وارث بنانا اور جبر و استحصال کی تمام شکلوں بشمول قومی، جنسی اور ثقافتی جبر کا خاتمہ کرنا ہے۔ یہ تاریخی تبدیلی ایک ہمہ گیر فکری، سماجی اور سیاسی انقلاب کا تقاضا کرتی ہے۔ عوام کی سیاست کرنے والے حلقے ایسے انقلاب کے لیے ایک عرصے سے متحرک اور معروف عمل ہیں۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد جب پاکستانی حکمرانوں نے سرد جنگ میں سامراجی کیمپ کے ساتھ الحاق کا فیصلہ کیا تو ریاستی، سامراجی اور رجعتی حلقوں کی سخت مخالفت کے باوجود عوامی یا انقلابی سیاست کرنے والوں نے اشتراکی نظام کے لئے جدوجہد کی اور معاشرے میں روشن خیالی پھیلائی؛ انسانی حقوق خصوصاً خواتین اور اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ کیا؛ مزدوروں، کسانوں اور نوجوانوں کو منظم کیا اور ان کے حقوق کی جدوجہد میں بے پناہ قربانیاں دیں؛ قومی حقوق اور وفاقیت کی خاطر ترقی پسند قوم پرستوں کے شانہ بشانہ لڑے اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں حتیٰ کہ جانوں کے نذرانے بھی پیش کئے۔ ملک کو پروگریسو پیپرز کی شکل میں اس کا بہترین پریس دیا اور عوام کے ساتھ جڑی ہوئی فعال سیاسی پارٹیاں قائم کیں۔ تاہم بائیں بازو کی آزادانہ شناخت عوام کے وسیع تر حلقے میں نہ ابھر سکی۔ جس کی وجہ معروضی حالات کے ساتھ ساتھ بائیں بازو میں موجود نظریاتی اور تنظیمی خامیاں تھیں۔

3.2۔ اگرچہ 80ء کی دہائی میں بائیں بازو کے حلقوں نے جمہوری جدوجہد کی شاندار روایت کو قائم رکھا مگر منظم ریاستی دباؤ اور داخلی کمزوریوں کے باعث ترقی پسند عوامی سیاست منتشر ہو گئی۔ جس سے مزدوروں، کسانوں اور نوجوانوں کی تحریکیں غیر فعال ہو گئیں۔ 1990ء میں

سوویت یونین کے انہدام کے بعد مایوسی میں مزید اضافہ ہوا۔ مگر پاکستانی انقلابیوں کے بہترین عناصر نے نہ صرف تحریک کا تسلسل جاری رکھا بلکہ بائیں بازو کی مختلف پارٹیوں کو اس عرصے میں اکٹھا کیا اور بائیں بازو کی ایک متحدہ ملک گیر وفاقی و جمہوری اور انقلابی پارٹی کے قیام کی کاوشیں جاری رکھیں۔ عوامی ورکرز پارٹی کا قیام انہی کوششوں کا ثمر ہے۔

3.4۔ عوامی ورکرز پارٹی نے بائیں بازو کی سیاست کی بہترین روایات کو اکٹھا کیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے انقلابی نظریات اور انتھک جدوجہد کے ذریعے ہی پاکستان کے محنت کش عوام اور مظلوم اقوام کو ظلم و بربریت سے نجات مل سکتی ہے۔

حصہ سوم

پارٹی کے بنیادی راہنما اصول

1۔ پارٹی کا منتہائے مقصود ملکی اور عالمی سطح پر ایک ایسے سماج کا قیام ہے جس میں ہر شخص سے اس کے علم و ہنر کے مطابق کام لیا جائے گا اور اس کے کام کے مطابق معاوضہ دیا جائے گا۔ یوں سوشلزم کے نظام کی تعمیر سے ہی انسان کا انسان کے ہاتھوں استحصال کا خاتمہ ممکن ہوگا اور ملک کے ہر شہری کو بلاتخصیص رنگ، نسل، جنس، قوم، مذہب اور فرقہ برابر معاشی، سماجی اور سیاسی حقوق حاصل ہوں گے۔ پارٹی اس جدوجہد کی تکمیل کیلئے استحصال کے شکار پاکستان کے تمام محنت کش عوام اور محکوم اقوام کو منظم کرے گی اور اپنی تحریک کو بین الاقوامی طور پر جاری ایسی ہی دوسری تحریکوں سے مربوط کرے گی۔

2۔ پارٹی عورتوں پر تاریخی جبر اور پدرشاہی کا ادراک کرتے ہوئے، مرد کی بالادستی پر مبنی تمام معاشی، ریاستی، سماجی ڈھانچوں اور روایات کے خاتمے کیلئے جدوجہد جاری رکھے گی۔ اور گھریلو، معاشرتی اور ریاستی سطح پر زندگی کے ہر شعبے میں عورتوں کی برابری، ترقی، نمائندگی اور آزادی کو یقینی بنائے گی۔

3 پارٹی کسی بھی دائیں بازو کی مذہبی اور بنیاد پرست اور عورت دشمن سیاسی جماعت سے کسی بھی قسم کا انتخابی اتحاد نہیں کرے گی۔

4۔ پارٹی جاگیرداری و وڈیرہ شاہی، پدرشاہی، قبائلی و سرداری نظام، اور سرمایہ داری کے خاتمے کیلئے اور پاکستان کو ایک جدید صنعتی ملک بنانے کیلئے جدوجہد کرے گی، ملکی معیشت کا عالمی مالیاتی اداروں پر انحصار ختم کیا جائیگا۔ اجارہ دار سرمایہ داری جو کہ ہمہ گیر صنعتی ترقی کے راستے میں رکاوٹ ہے ختم کی جائے گی، پارٹی صنعت و تجارت اور سائنسی ترقی کیلئے علاقائی تعاون کی پالیسی اختیار کرے گی۔

5۔ پارٹی پاکستان کو ایک کثیرالقوامی ریاست سمجھتی ہے اور ایک ایسی وفاقی ریاست بنانے کے لیے جدوجہد کرے گی جس میں شامل تمام اکائیوں کو اپنے معاشی وسائل پر دسترس حاصل ہو اور وہ معاشی سماجی و ثقافتی ترقی کر سکیں۔۔ ایک کثیرالقومی ملک ہونے کے ناطے قوموں کے حق خود ارادیت بشمول حق علیحدگی کو تسلیم کرتی ہے۔

6۔ ہماری پارٹی سامراجیت کی ہر شکل کے خلاف ہے۔ ہم ایک ایسی دنیا بنانا چاہتے ہیں جس میں سامراج کی معاشی و سیاسی غلامی اور اس کے مالیاتی اداروں کی بالادستی کا خاتمہ ہو، دنیا کے تمام عوام و اقوام معاشی، سیاسی و ثقافتی لحاظ سے حقیقی معنوں میں آزاد ہوں، عالمی امن قائم ہو اور ایٹمی ہتھیاروں سمیت تمام مہلک ہتھیاروں سے اس خطے اور دنیا کو پاک کیا جائے۔

7۔ پارٹی ملک کے صنعتی و کھیت مزدوروں، ہاریوں، پیشہ ور حلقوں اور دیگر محنت کار عوام، طالب علموں اور نوجوانوں کو ان کی اپنی تنظیموں میں منظم کرے گی اور انکی سیاسی و نظریاتی تربیت کرے گی۔

8۔ پارٹی تعلیم، صحت، رہائش اور روزگار کو ہر شہری کا بنیادی حق اور ریاست کی ذمہ داری سمجھتی ہے اور اس کے حصول کے لئے جدوجہد کرے گی۔

9۔ پارٹی مذہبی اقلیتوں کو سماج کا اہم حصہ سمجھتے ہوئے ان کے مساویانہ معاشی، سیاسی، سماجی و مذہبی حقوق کیلئے جدوجہد کرے گی۔

10۔ پارٹی ان اصولوں اور پروگرام کو مدنظر رکھتے ہوئے وفاقی اکائیوں کی رضامندی سے پاکستانی ریاست کے لئے ایک نیا عمرانی معاہدہ تشکیل دے گی۔

حصہ چہارم

ہمارا عبوری پروگرام

اوپر بیان کئے گئے بنیادی اصولوں کے ساتھ سوشلسٹ معاشرے کے قیام، انسان کا انسان کے ہاتھوں استحصال کے خاتمے اور حتمی طور پر ایک غیر طبقاتی سماج کے قیام کی جدوجہد کے عبوری دور میں عوامی ورکرز پارٹی کے سیاسی، معاشی اور سماجی پروگرام کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں:

(1) سیاسی پروگرام

(1.1) ریاست

☆ وفاقی، قومی اور مقامی ہر تین سطحوں پر بااختیار منتخب حکومتیں قائم کی جائیں گی۔

☆ اسمبلیوں کے لیے متناسب نمائندگی کا طریق انتخاب رائج کیا جائے گا جس میں مزدوروں، کسانوں، خواتین، اقلیتوں اور ماہرین کی نمائندگی کو یقینی بنایا جائے گا۔

☆ تمام ریاستی ادارے عوام کے جمہوری کنٹرول کے تابع ہوں گے۔ سرکاری امور میں واضح پالیسی اور بروقت عمل درآمد کا شعار اپنایا جائے گا۔

☆ فوج، پولیس، مال اور انصاف کے محکموں کی عوامی مفاد میں تشکیل نو کی جائیگی اور ان کے تمام امور کو فعال، شفاف اور جوابدہ بنایا جائے گا۔

☆ فوجی اخراجات کم کئے جائیں گے۔ اسلحہ سازی کی دوڑ ختم کی جائے گی۔ فوج سے امن کے دنوں میں ترقیاتی کام لیا جائے گا۔ افسروں اور سپاہیوں کی تنخواہوں اور مراعات میں موجودہ فرق کو کم کیا جائے گا۔

(1.2) وفاق

☆ پاکستان ایک جمہوری وفاق ہو گا۔ جس کی وفاقی اکائیوں کی ان کی تہذیبی، لسانی، معاشی اور جغرافیائی ہم آہنگی اور تاریخی پس منظر کی بنیاد پر جمہوری طریقوں سے از سر

نو تشکیل دیا جائے گا۔ وفاقی اکائیاں سیاسی طور پر خودمختار اور اپنے قدرتی وسائل کی مالک ہوں گی۔ ایک کثیر القومی ملک ہونے کے ناطے تمام قومیتوں کا حق خود ارادیت بشمول حق علیحدگی آئینی طور پر تسلیم کیا جائے گا۔

فاٹا میں نوآبادیاتی دور کا کالا قانون FCR-40 ختم کیا جائیگا۔ یہاں کے عوام کو وہ تمام سیاسی اور قانونی حقوق دیئے جائیں گے جو پاکستان کے آئین کے تحت دیگر علاقوں میں بسنے والوں کو حاصل ہے۔

پاکستان اور بھارت کے زیر کنٹرول ریاست جموں کشمیر و گلگت بلتستان کے عوام کو اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا مکمل اور غیر محدود حق دیا جائیگا۔

مسئلہ کشمیر کے حل تک آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان پر مسلط نوکر شاہانہ نظام، گلگت و کشمیر کونسلیں، وزارت امور کشمیر، گلگت بلتستان کو فوری طور پر ختم کر کے ان علاقوں میں آزاد و خودمختار حکومتیں قائم کی جائیں گی تاکہ ان علاقوں کے وسائل پر مقامی لوگوں کا اختیار بحال ہو سکے۔

گلگت بلتستان اور کشمیر میں بڑے ڈیموں کی تعمیر سمیت کوئی بھی ایسا منصوبہ نہیں بنایا جائیگا جس سے ان علاقوں کی تاریخی و جغرافیائی حیثیت متاثر ہو اور ماحولیاتی مسائل جنم لیں۔ منگلا ڈیم سمیت دیگر تعمیر کردہ ڈیموں کی رائلٹی مقامی لوگوں کو دی جائیگی۔

گلگت بلتستان اور خیبر پختونخواہ کے درمیان سرحدی تنازعات کو فوری حل کیا جائیگا۔ گلگت بلتستان، کشمیر اور لداخ کے درمیان تاریخی راستوں کو فوری طور پر کھولا جائیگا۔

☆ چونکہ کشمیر و گلگت بلتستان آئینی طور پر پاکستان کا حصہ نہیں ہیں لہٰذا وہاں کے عوام اپنی سیاسی و معاشی صورت حال کے مطابق اپنی سیاسی پارٹیاں تشکیل دینے اور پالیسیاں مرتب کرنے کے لئے آزاد و خودمختار ہونگے، مگر کشمیر و گلگت و بلتستان کے جو افراد پاکستان میں رہتے ہیں، وہ عوامی ورکرز پارٹی کی رکنیت اختیار کر سکتے ہیں۔ مزید کشمیر اور گلگت بلتستان کی ہم خیال پارٹیوں کو

وفاقی کمیٹی میں نمائندگی دی جائیگی۔

☆ سرکاری وسائل کی تقسیم میں پسماندہ علاقوں اور قومی اکائیوں کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کا ازالہ کرتے ہوئے پسماندگی کے خاتمے کو بنیادی اہمیت دی جائے گی۔

☆ بیرون ملک رہنے والے پاکستانیوں کو پاکستان میں منعقد ہونے والے عام انتخابات میں ووٹ کا حق دیا جائے گا۔

(1.3) خارجہ پالیسی

☆ دنیا بھر میں امن اور جمہوریت کی حمایت کی جائے گی۔ ہمسایوں سمیت تمام ممالک سے برابری کے اصولوں کی بنیاد پر دوستانہ تعلقات قائم کیے جائیں گے۔ امریکہ اور دیگر سامراجی ممالک کی معاشی، سیاسی اور فوجی پالیسی کی مقامی اور عالمی سطح پر مخالفت کی جائے گی۔ قومی آزادی کی تحریکوں اور دنیا بھر میں عوام دوست انقلابات کی حمایت کی جائے گی۔ پاکستان دوسرے ممالک کے اندرونی معاملات میں نہ مداخلت کرے گا اور نہ ہی پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت برداشت کی جائے گی۔

(2) معاشی پروگرام

(2.1) بنیادی ضروریات

☆ تعلیم، صحت، رہائش، ٹرانسپورٹ، بجلی، گیس، تیل اور پانی جیسے روزمرہ عوامی ضروریات کے شعبے ریاستی تحویل میں ہونگے اور تمام شہریوں کو ان سہولتوں کی فراہمی یقینی بنائی جائے گی۔ فوجی اخراجات کو کم کر کے تعلیم پر GDP کا کم از کم 10 فیصد، صحت پر چھ فیصد اور رہائش کی فراہمی پر پانچ فیصد خرچ کیا جائے گا۔

(2.2) صنعت

☆ حکومت معیشت کی عمومی منصوبہ بندی اور نگرانی کرے گی۔

☆ ''آزاد'' منڈی، نجکاری اور محنت پر پابندیوں پر مبنی سرمایہ دارانہ عالمگیریت کی مخالفت کی جائے گی۔

☆ قومیائی گئی صنعتوں کو فعال بنایا جائے گا۔ پاکستانی مالیاتی اداروں اور بینکوں کی جانب سے سرمایہ داروں، جاگیرداروں اور سول و فوج افسر شاہی کو دیئے جانے والے قرضوں کی مکمل وصولی کی جائے گی اور آئندہ سیاسی بنیادوں پر ایسے قرضوں کی فراہمی پر مکمل پابندی عائد کی جائے گی۔

☆ بڑی صنعتوں، فوج اور دیگر بنیادی ضروریات کے شعبوں اور سرکاری محکموں کی خود مختار صنعتوں کو پبلک تحویل میں لیا جائیگا۔ عوام کے معیار زندگی بہتر بنانے کے لئے صنعتی ترقی کی پالیسی میں گھریلو ساز و سامان اور گھریلو کام کی مشینوں کی بڑے پیمانے پر پبلک سیکٹر میں پیداوار اور سستے داموں فراہمی پر خاص توجہ دی جائے گی۔

☆ صنعتی ترقی کے لئے نجی سرمایہ کاری کی اجازت ہوگی خاص کر ملک کے پسماندہ علاقوں میں ترجیحی بنیادوں پر نئی صنعتیں قائم کی جائیں گی تاہم نجی صنعت کو اجارہ داری اور بے لگام منافع خوری کی اجازت نہیں ہوگی اور نہ محنت کشوں کے قانونی حقوق کی پامالی کی اجازت دی جائے گی۔ روزگار کے حصول میں مقامی آبادی کو حق اولیت حاصل ہوگا۔ نجی شعبے کے مزدوروں کو وہی معاشی و سماجی حقوق حاصل ہونگے جو سرکاری شعبے کے مزدوروں کو حاصل ہیں۔

☆ صنعتی ترقی، معاشی آزادی اور خودمختاری کے لیے علاقائی و ترقی پذیر ممالک کے ساتھ تعاون اور اشتراک پر مبنی معاہدے کئے جائیں گے۔

☆ ملٹی نیشنل سرمایہ کاروں کے منافع کی شرح کو ملکی اور عوامی مفاد میں طے کیا جائیگا۔

☆ محنت کشوں کی تنخواہوں کو مہنگائی کے لحاظ سے بڑھایا جائے گا۔ کارخانوں میں ٹھیکیداری نظام ختم کیا جائے گا۔ جبری مشقت کے خاتمے کے لیے موجود قوانین پر عمل درآمد یقینی بنایا جائے گا اور مزدور دوست پالیسی و نئے قوانین بنائے جائیں گے۔

☆ خواتین کے کام پر پابندی جیسے تمام جاگیردارانہ تعصبات دور کئے جائیں گے۔ برابر

کام کے برابر معاوضے کو یقینی بنایا جائیگا۔

☆ پانی اور توانائی کے بحران ہنگامی طور پر حل کئے جائیں گے۔

(2.3) زراعت

☆ بڑی زمینداریوں، سرداری و جاگیرداری کا خاتمہ کیا جائے گا نیز ملٹری فارمز کے نام پر گھیری ہوئی تمام اراضیات اور فوجی و سول افسر شاہی کو دی گئی تمام اراضیات ضبط کر کے بے زمین کسانوں اور مزارعین میں بلاتفریق جنس برابر اور مفت تقسیم کی جائیں گی۔ زرعی زمین کی حد ملکیت 25 ایکڑ نہری اور 50 ایکڑ بارانی فی کاشتکار خاندان مقرر کی جائے گی۔ ملکی و غیر ملکی سرمایہ کاروں کو زرعی زمینوں کی الاٹمنٹ، پٹہ پر حوالگی اور فروخت ختم کی جائے گی۔

☆ زرعی ادویات، مصنوعی کھاد اور بیج تیار کرنے والے بڑے کارخانوں اور اداروں کو ریگولیٹ کیا جائیگا اور ان کی قیمتوں میں خاطر خواہ کمی کی جائے گی۔

☆ کھیت و دیہی محنت کشوں کو صنعتی مزدوروں کے مساوی حقوق و مراعات دی جائیں گی۔

(2.4) ٹیکس اور بیرونی قرضے

☆ ٹیکس کے نظام کو نئے سرے سے منصفانہ بنیادوں پر ترتیب دیا جائے گا۔ عوام کو بلواسطہ ٹیکسوں سے نجات دلائی جائے گی۔ آمدنی کی بنیاد پر ٹیکس کا اصول زراعت اور غیر ملکی سرمائے سمیت ہر شعبہ زندگی پر لاگو کیا جائے گا۔

☆ سامراجی ممالک اور عالمی مالیاتی اداروں کی جانب سے پاکستان کے حکمرانوں خاص طور پر فوجی آمروں کو دیئے جانے والے ناجائز غیر ملکی قرضوں کے خاتمے کے لئے بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ اصولوں کے تحت اقدامات اٹھائے جائیں گے۔

(2.5) ماحولیات

☆ قدرتی وسائل کو پائیدار طریقہ سے استعمال کرنے پر خصوصی توجہ دی جائے گی۔

☆ صنعتی فضلے کے اخراج، جنگلات کے کٹاؤ، پانی کے بے جا اور غلط استعمال کے

نتیجہ میں ماحولیاتی تباہی کو روکنے کیلئے قانون سازی کی جائے گی۔ قابل تجدید توانائی کے حصول کیلئے ریاستی سطح پر سرمایہ کاری کی جائے گی۔ توانائی خاص طور پر بجلی پیدا کرنے کے ایسے پراجیکٹس پر کام کیا جائے گا جس سے قدرتی ماحول کو نقصان نہ پہنچے۔

☆ قدرتی آفات اور بڑی تباہی پھیلانے والے واقعات سے نمٹنے کیلئے ریاستی سطح پر مؤثر اقدامات کئے جائیں گے۔

(3) سماجی پروگرام

(3.1) بنیادی حقوق

☆ شخصی آزادی کو ریاستی تحفظ حاصل ہوگا۔

☆ غریب عوام کو بنیادی ضروریات زندگی و روزگار فراہم کرنے اور تعلیم، علاج معالجہ، رہائش کی مفت سہولتیں مہیا کرنے کی بنیادی ذمہ داری حکومت کی ہوگی۔

☆ بین الاقوامی سطح پر طے شدہ اصولوں اور معاہدوں کے مطابق آئین میں ہر شہری کے سیاسی، معاشی، سماجی، مذہبی اور ثقافتی حقوق کی ضمانت دی جائے گی۔ ذات، مذہب، فرقے، طبقے، جنس، قوم کی بنیادوں پر موجود امتیازی قوانین کا خاتمہ کیا جائے گا۔ تمام شہریوں کو ہر سطح پر یکساں مواقع اور سہولتیں حاصل ہونگی۔ خواتین، اقلیتوں اور دیگر پچھڑے ہوئے سماجی گروہوں کو خصوصی مراعات فراہم کی جائیں گی تا کہ وہ معاشرے میں برابری کی سطح پر آسکیں۔

☆ پیشہ ورانہ تنظیموں کے حقوق کا تحفظ کیا جائے گا۔ ریاست کے ہر شہری کو اظہار خیال، نقل و حرکت، انجمن سازی کے غیر مشروط حق کی ضمانت دی جائے گی۔ طبقاتی تنظیموں کو اجتماعی سودا کاری اور ہڑتال کا حق حاصل ہوگا۔ اور سماجی تحریکوں کو بھی فروغ دیا جائے گا۔

(3.2) تعلیم

☆ ہر شہری کو میٹرک تک لازمی اور ذہین طلباء کو گریجوایشن تک مفت تعلیم دینے کی

آئینی ضمانت دی جائے گی۔موجودہ طبقاتی نظام تعلیم کا خاتمہ اور تعلیم کے نام پر تجارت، تعصب اور لوٹ مار کا کاروبار بند کیا جائے گا۔نصاب کو سیکولر اور جدید دور کے مطابق بنایا جائے گا۔ بڑے پرائیویٹ تعلیمی اداروں اور مدرسوں کو ریاستی تحویل میں لیا جائے گا۔ موجود فرسودہ نظامِ تعلیم کی جگہ نیا یکساں اور جدید نظام تعلیم رائج کیا جائیگا۔مادری زبانوں میں تعلیم کو فروغ دیا جائے گا۔

(3.3) صحت

محنت کش طبقے کو مفت علاج معالجہ کی سہولت کی فراہمی کے ساتھ ساتھ عوام کو علاج معالجہ کی بہتر اور ارزاں سہولتیں فراہم کی جائیں گی ۔دوائیوں کی کمپنیوں کی لوٹ مار اور جعلی ادویات کے عوام دشمن کاروبار پر پابندی لگائی جائیگی۔

3.4 خواتین

☆ جنس کی بنیاد پر تمام امتیازات اور نابرابری کا خاتمہ کیا جائے گا اور زندگی کے تمام شعبوں میں عورتوں کو مساوی مواقع اور حیثیت دی جائے گی ۔عوامی نمائندگی کے تمام اداروں میں خواتین کی مساوی نمائندگی کو یقینی بنایا جائے گا ۔تمام پسماندہ سماجی اداروں اور روایات پر قانونی پابندی اور ریاست کے خلاف جرائم کی فہرست میں شامل بشمول جرگے، سوارہ، ونی، کاروکاری، اور ونگ وغیرہ کو شامل کیا جائے گا۔ وراثت میں عورتوں کو مساوی حصہ دیا جائے گا۔بچیوں اور عورتوں کیلئے تخلیق اور فن کے مساوی مواقع دیئے جائیں گے۔بچوں کی پیدائش کا صوابدیدی اختیار عورت کو حاصل ہوگا۔زچگی اور تولیدی صحت کی مفت سرکاری سہولیات اور بچوں کے لئے سرکاری اور نجی اداروں میں نگہداشت گاہیں بنائی جائیں گی ۔زچگی کے دوران ماں کو تین ماہ کی با معاوضہ رخصت دی جائے گی اور پہلے بچے کی پیدائش کے بعد ایک سال کی با معاوضہ رخصت جو والدین میں سے ماں یا باپ کوئی بھی لے سکتا ہے یہ سہولت صرف دو بچوں کی پیدائش تک ہوگی۔

(3.5) طلباء و نوجوان

☆ تمام نوجوانوں کو روزگار کی آئینی ضمانت دی جائے گی ۔نوجوانوں اور طالب علموں کو تعلیم کے ساتھ کھیل کود اور ثقافتی سرگرمیوں کے لیے سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔طلباء کو غیر نصابی صحت مند سرگرمیوں کو فروغ دینے کے مواقع فراہم کیے جائیں گے۔تعلیمی اداروں میں طلباء یونینز بحال کی جائیں گی۔

-----☆-----

دستور

عوامی ورکرز پارٹی

پہلا باب

نام

1.1 پارٹی کا نام عوامی ورکرز پارٹی ہوگا۔

1.2 **پرچم۔**

پارٹی پرچم کا رنگ سرخ اور سفید ہوگا (3/4 حصہ سرخ اور بائیں طرف 1/4 حصہ سفید) سرخ حصے کے درمیان میں ایک پانچ کونوں والا سفید ستارہ ہوگا۔

1.3 سرخ رنگ جد وجہد کی نشانی ہے۔یہ محنت کش عوام کی طبقاتی وانقلابی جد وجہد اور قربانی کا اظہار ہے۔سفید رنگ امن کی نشانی اور سفید ستارہ راہنمائی کی غمازی کرتا ہے۔

دوسرا باب

رکنیت

2.1 ہر پاکستانی شہری جس کی عمر کم از کم 18 سال ہو، پارٹی منشور و دستور اور نظریے سے اتفاق کرتا ہو۔ پارٹی کا رکن بن سکتا ہے۔ پارٹی رکنیت حاصل کرنے کے لیے رکنیت فارم پُر کرنا ہوگا اور 10 روپے رکنیت فیس ادا کرنا ضروری ہوگا۔

2.2 رکنیت فیس ادا کرنے کے علاوہ ہر رکن پر لازم ہوگا کہ وہ باقاعدہ ماہانہ چندہ ادا کرے (ماہانہ چندے کا تعین رکن خود اپنی آمدنی کے لحاظ سے رکنیت فارم پُر کرتے وقت کرے گا)۔ اور پارٹی یا پارٹی کے مختلف محاذوں میں کسی ایک کے کاموں میں باقاعدہ شرکت کرے۔ جو رکن پارٹی کاموں میں شریک نہیں ہوگا اور باقاعدہ ماہانہ چندہ ادا نہیں کرے گا، وہ پارٹی انتخابات میں حصہ لینے یا ووٹ دینے کا حقدار نہیں ہوگا۔

تیسرا باب

پارٹی ڈھانچہ

3- پارٹی کا دائرہ کار پورا پاکستان ہوگا اور پارٹی ڈھانچے میں مندرجہ ذیل ادارے ہونگے۔

1۔ وفاقی کانگرس

2۔ وفاقی کمیٹی

3۔ وفاقی ایگزیکٹو کمیٹی

4۔ وفاقی طرز پر قومی/صوبائی اور ضلعی ادارے ہونگے۔

3.1 وفاقی کانگرس

(i) کانگرس پارٹی تنظیم کا اعلیٰ ترین ادارہ ہوگا۔ کانگرس ہر دو سال بعد منعقد ہوگی، پارٹی کانگرس سیاسی و تنظیمی حکمت عملی طے کرے گی۔ وفاقی کمیٹی کا انتخاب کرے گی۔ وفاقی کانگرس مندوبین کی بنیاد پر منعقد ہوگی جن کی تعداد کا تعین کانگرس سے قبل وفاقی ایگزیکٹو کمیٹی کرے گی اور مندوبین ہی کو ووٹ کا حق ہوگا ان مندوبین کا انتخاب تمام قومی/صوبائی اکائیوں کی کانگریس اپنے مندوبین میں سے کریں گی۔ قومی اکائیوں/صوبوں سے مندوبین کی نمائندگی اور تعداد برابری کے اصول پر ہوگی البتہ جن صوبوں میں پارٹی اراکین کی تعداد بہت کم ہے وہاں سے مندوبین کی تعداد کا فیصلہ وفاقی ایگزیکٹو کمیٹی کرے گی۔

(ii) وفاقی کانگرس میں پیش کی جانے والی وفاقی کمیٹی اور قومی صوبائی کمیٹیوں کی رپورٹوں اور قراردادوں کے مسودے کانگرس کے انعقاد سے کم از کم ایک ماہ پہلے اراکین میں تقسیم ہوں گے تا کہ ان پر بحث کا مناسب وقت مل سکے۔ فوری مسائل پر قراردادیں کانگرس میں پیش ہو سکتی ہیں۔

(iii) کانگرس کو چلانے کا انتظام اسٹینڈنگ آرڈر کمیٹی (SOC) کرے گی جس کا انتخاب کانگرس سے پہلے منعقد ہونے والی وفاقی کمیٹی کرے گی۔ SOC تین ساتھیوں پر مشتمل ہوگی۔ یہ کمیٹی کانگرس کا اجلاس باقاعدہ شروع ہونے سے قبل کانگرس چلانے کی تجاویز کو پیش کر کے منظوری لے گی۔

(iv) کانگرس میں تمام فیصلے سادہ اکثریت سے کئے جائیں گے البتہ منشور و دستور کی ترمیم کے لیے 60 فیصد اکثریت درکار ہوگی۔

3.2 خصوصی کانگرس

کسی فوری یا اہم مسئلے پر وفاقی کمیٹی کی دو تہائی اکثریت کی رائے سے خصوصی کانگرس کم از کم ایک ماہ کے پیشگی نوٹس پر منعقد کی جا سکتی ہے۔ جس میں گزشتہ کانگرس کے مندوبین ہی شرکت

کریں گے۔

3.3 وفاقی کمیٹی

(i) وفاقی کمیٹی کانگریس میں منتخب اراکین، وفاقی اکائیوں کے صدور، جنرل سیکرٹریز پر مشتمل ہوگی۔ دو وفاقی کانگرسوں کے درمیانی عرصے میں تمام سیاسی و انتظامی امور کی ذمہ دار ہوگی اور کانگرس کے بعد وفاقی کمیٹی پارٹی کا اعلیٰ بااختیار ادارہ ہوگا۔ اس کا اجلاس سال میں کم از کم تین دفعہ منعقد ہوگا اور اجلاس کا کورم کل تعداد کا کم از کم نصف ہوگا۔ وفاقی کمیٹی کا خصوصی اجلاس وفاقی کمیٹی کے کل اراکین کی ایک تہائی تعداد کی درخواست پر بلایا جا سکتا ہے۔

(ii) وفاقی کمیٹی کے اراکین کی تعداد کا تعین موجود وفاقی کمیٹی کرے گی۔ مزید جموں و کشمیر اور گلگت بلتستان کی ہم خیال پارٹیوں سے نمائندگی اور اراکین کی تعداد کا تعین بھی موجود وفاقی کمیٹی کرے گی۔ وفاقی کمیٹی کا انتخاب ایک تجویز کردہ لسٹ کی بنیاد پر ہوگا، جو موجود وفاقی کمیٹی کانگرس میں منظوری کے لیے پیش کرے گی۔

(iii) موجود وفاقی کمیٹی حتمی لسٹ مرتب کرتے وقت قومی /صوبائی اکائیوں سے نمائندگی، مجوزہ اراکین کی کارکردگی اور قومی /صوبائی کمیٹیوں کی رائے کو مدنظر رکھے گی۔

(iv) وفاقی کمیٹی کو آئندہ کانگرس کے انعقاد تک، کسی خصوصی صورت حال یا ضرورت کے تحت نئے ممبران کو وفاقی کمیٹی میں شامل کرنے کا اختیار ہوگا اور اس کے لیے وفاقی کمیٹی کے دو تہائی ممبران کا رضامند ہونا لازمی ہوگا۔

(v) وفاقی کمیٹی کا کوئی رکن اگر کسی خاص یا اہم وجہ کی تحریری اطلاع کے بغیر متواتر تین اجلاس میں شریک نہیں ہوگا تو اس کی رکنیت خود بخود ختم ہو جائیگی۔ یہی اصول پارٹی کے نیچے کے تمام اداروں اور عہدیداروں کے لیے ہوگا۔

(vi) وفاقی کمیٹی میں خواتین کی کم سے کم تعداد 33 فیصد ہوگی۔ اور یہی اصول پارٹی کے تمام اداروں کے لیے نافذ ہوگا۔ نوٹ: (ضمیمہ ملاحظہ کریں)

3.4 وفاقی ایگزیکیٹو کمیٹی

(i) وفاقی ایگزیکٹو کمیٹی پارٹی کے وفاقی عہدیداروں اور قومی اکائیوں/صوبوں کے صدور پر مشتمل ہوگی۔ صدر کی غیر موجودگی میں سنیئر نائب صدر نمائندگی کرے گا/ گی۔ وفاقی عہدیداروں کا انتخاب نئی منتخب شدہ وفاقی کمیٹی اپنے اراکین میں سے کرے گی جس کا اعلان کانگریس کے اجلاس میں کیا جائے گا۔ ایگزیکٹو کمیٹی وفاقی کانگرس اور وفاقی کمیٹی کے فیصلوں پر عمل درآمد کرانے کی ذمہ دار ہوگی اور وفاقی کمیٹی کے سامنے جواب دہ ہوگی۔ کسی بھی سیاسی یا تنظیمی صورت حال میں وفاقی ایگزیکٹو کمیٹی فوری فیصلے کر سکتی ہے۔ مگر بعد میں اس کی توثیق وفاقی کمیٹی سے ضروری ہوگی۔

3.5 وفاقی عہدیداران

وفاقی سطح پر یہ عہدیداران ہونگے۔

صدر، چیئرمین، سینئر نائب صدر، نائب صدر، جنرل سیکریٹری، ڈپٹی جنرل سیکریٹری، سیکریٹری تعلیم و تربیت، سیکریٹری مالیاتی امور، سیکریٹری نشر و اشاعت، سیکریٹری لیبر، سیکریٹری کسان و ہاری، سیکرٹری خواتین، سیکرٹری یوتھ و طلباء۔

صدر

صدر پارٹی کا آئینی سربراہ ہوگا/ گی، پارٹی کے اجلاس کی صدارت کرے گا/ گی اور پارٹی منشور و دستور کے مطابق راہنمائی کرے گا/ گی۔

چیئرمین /چیئرپرسن

پورے ملک میں پارٹی کو منظم و متحرک کرنے کے لیے تمام صوبوں /قومی اکائیوں کی پارٹی کے اداروں کے درمیان رابطے کا کام کرے گا/ گی، سیاسی سرگرمیوں اور نظم و ضبط کا سربراہ ہوگا/ گی۔

سینئر نائب صدر

صدر کے فرائض میں معاونت کے علاوہ صدر کی عدم موجودگی میں پارٹی صدر کے

عہدے پر کام کرے گا/ گی اور صدر کے تمام اختیارات وفرائض انجام دے گا/ گی۔

نائب صدر

صدر اور سینئر نائب صدر کی عدم موجودگی میں پارٹی صدر کے عہدے پر کام کرے گا / گی اور صدر کے تمام اختیارات او فرائض انجام دے گا/ گی۔

جنرل سیکریٹری

پارٹی کے تمام تنظیمی امور کا انچارج ہوگا/ گی۔ پارٹی کا تمام ریکارڈ مرتب کرنے کے علاوہ پارٹی کی وفاقی کانگرس وفاقی کمیٹی اور وفاقی ایگزیکٹو کمیٹی کے اجلاس کے انعقاد اور انتظامی امور کے ساتھ ساتھ قومی اکائیوں کی تنظیموں سے رابطے اور پارٹی فیصلوں پر عمل درآمد کا ذمہ دار ہوگا/ گی۔

ڈپٹی جنرل سیکرٹری

جنرل سیکریٹری کے کاموں میں معاونت کرے گا/ گی اور جنرل سیکریٹری کی عدم موجودگی میں ان کے فرائض سرانجام دے گا/ گی۔

سیکریٹری تعلیم وتربیت و کلچر

پارٹی اراکین کی نظریاتی وسیاسی تعلیم وتربیت کے علاوہ تاریخی، ادبی، تہذیبی وثقافتی امور کا بھی ذمہ دار ہوگا/ گی۔

سیکریٹری مالیاتی امور

پارٹی کے مالیاتی امور کا ذمہ دار ہوگا/ گی آمدن اور اخراجات کی رپورٹ مرتب کریگا/ گی۔

سیکریٹری نشرواشاعت

پارٹی کے اغراض ومقاصد، فیصلوں اور اس کے لٹریچر کی نشرواشاعت کا ذمہ دار ہوگا/ گی، پارٹی کے نقطہ نظر کو تمام ذرائع ابلاغ میں فروغ دے گا/ گی۔

سیکرٹری لیبر، سیکرٹری کسان /ہاری، سیکرٹری یوتھ وطلباء اور سیکرٹری خواتین یہ تمام سیکرٹریز اپنے اپنے شعبوں اور امور کے ذمہ دار ہونگے اور ان شعبوں سے متعلق کاموں کی نگرانی کریں گے۔

(i) پارٹی چیئرمین کے عہدے کے علاوہ یہی عہدیداران قومی /صوبائی اور ضلعی سطح پر منتخب ہونگے۔

(ii) پارٹی کے وفاقی، قومی /صوبائی اور ضلعی سطح کے کسی ایک عہدے پر کوئی ساتھی لگاتار دوٹرم سے زیادہ عرصے کے لیے منتخب نہیں ہوسکتا/ سکتی، لیکن وقفہ کے بعد دوبارہ اس عہدے پر منتخب ہوسکتے ہیں۔

(iii) کوئی بھی وفاقی عہدیدار اپنے عہدے سے مستعفی ہوسکتا/ سکتی ہے وہ اپنا استعفیٰ تحریری طور پر جنرل سیکرٹری کے توسط سے دے گا/ گی، جسکی حتمی منظوری وفاقی کمیٹی دے گی۔ اور صوبوں میں یہ اختیار قومی /صوبائی کمیٹی کو ہوگا۔

3.6 قومی /صوبائی کانگرس

(i) وفاقی پارٹی کی طرز پر تمام اکائیوں میں قومی /صوبائی کانگرس، قومی /صوبائی پارٹی کا اعلیٰ ترین ادارہ ہوگا اور صوبے میں اسکو وہی اختیار حاصل ہوں گے جو وفاق میں وفاقی کانگرس کو حاصل ہیں۔ قومی /صوبائی کانگرس کا انعقاد مندوبین کی تعداد اور اضلاع کے درمیان تناسب کا تعین قومی /صوبائی کانگرس سے قبل قومی /صوبائی کمیٹی اضلاع کی پارٹی ممبرشپ کی بنیاد پر کرے گی۔ قومی /صوبائی کانگرس کے مندوبین کا انتخاب ضلعی کانگرس کے مندوبین میں سے ہوگا۔

(ii) قومی /صوبائی کانگریس قومی /صوبائی کمیٹی کے اراکین وعہدیدار اور وفاقی کانگریس کے مندوبین کا انتخاب کرے گی۔

(iii) قومی /صوبائی کمیٹیوں، قومی /صوبائی ایگزیکٹو کمیٹیوں اور عہدیداروں کو صوبے میں وہی اختیارات ہونگے جو وفاق میں وفاقی کمیٹی اور وفاقی ایگزیکٹو کمیٹی کو حاصل ہیں۔

3.7 ضلعی تنظیم

ضلعی کانگرس ضلع کا سب سے بااختیار ادارہ ہوگا وہ ضلعی کمیٹی/عہدیداروں اور قومی/صوبائی کانگریس کے مندوبین کا انتخاب کرے گی۔اور ضلع میں اسے وہی اختیارات حاصل ہونگے جو صوبے میں قومی کانگرس یا وفاق میں وفاقی کانگرس کو حاصل ہیں۔ضلعی کانگرس کا انعقاد ضلع کے اندر تمام یونٹوں سے ممبر شپ کی بنیاد پر منتخب مندوبین کریں گے۔ایک ضلع کے اندر کم ازکم پانچ یونٹ ہونگے۔ضلعی کانگرس کے لیے مندوبین کی تعداد کا تعین ضلعی کمیٹی کانگرس سے پہلے کرے گی۔تنظیمی صورت حال کے مدنظر قومی کمیٹی کو اختیار ہوگا کہ وہ ایک سے زیادہ اضلاع،شہر یا علاقوں کی ایک تنظیم تشکیل دے۔

3.8 ضلعی کمیٹی

ضلعی کمیٹی اور ضلعی ایگزیکٹو کمیٹی کے اراکین وعہدیداروں کا انتخاب قومی/صوبائی کمیٹی یا قومی صوبائی ایگزیکٹو کمیٹی کے طرز پر ہوگا اوران کے اختیارات بھی ضلع کے اندر وہی ہونگے۔

3.9 بنیادی یونٹ

یہ پارٹی کا بنیادی ادارہ ہوگا جو فیکٹری،ادارے،گاؤں،گوٹھ،وارڈ،یونین کونسل،ضلع وتحصیل،تعلقہ،محلے یا علاقے کی بنیاد پر قائم ہوگا،ایک یونٹ کم سے کم پانچ اراکین کی بنیاد پر قائم ہوگا۔ہر یونٹ کی منظوری متعلقہ ضلعی کمیٹی سے لازمی ہوگی۔یونٹ کا ایک سیکرٹری اور کمیٹی مقرر کی جائیگی۔ہر یونٹ پندرہ روز میں اپنا اجلاس کرے گا اس کا فرض ہے کہ اپنے اراکین سے ماہانہ چندہ وصول کر کے ضلعی پارٹی کو دے اور پارٹی پروگرام اور پالیسی کی اپنے علاقے میں تشہیر کرے۔اور پارٹی فیصلوں کی پابندی کرے۔

چوتھاباب

جمہوری حقوق اور نظم وضبط

4.1 پارٹی کے تمام ادارے منتخب ہونگے۔اوراس باڈی کو جوابدہ ہونگے جس نے انہیں منتخب کیا ہے۔پارٹی کی وحدت کو قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہر رکن اور پارٹی کا ہر ادارہ پارٹی لائحہ عمل کے مطابق جدوجہد کرتے ہوئے پارٹی کے دستور اور تمام اصولوں کی پاسداری کرے۔پارٹی کے تمام فیصلے جمہوری طور پر مباحثے کے بعد ممکنہ حد تک اتفاق رائے سے اوراختلاف رائے کی صورت میں کثرت رائے سے کئے جائیں گے،جن کی پاسداری سب پر لازمی ہوگی۔

4.2 پارٹی کا ہر رکن یہ حق رکھتا ہے کہ وہ پارٹی کے اداروں کے اندر بحث مباحثے میں حصہ لے اور کوئی بھی اختلاف زبانی یا تحریری طور پر پیش کرے۔لیکن بحث مباحثے کے بعد ادارے کے فیصلے کا پابند ہوگا۔اقلیت کو اکثریت کے فیصلے کی پابندی کرنی ہوگی لیکن ہر رکن یا ادارے کو حق حاصل ہوگا کہ وہ کسی مسئلے پر اپنے اختلافی نقطۂ نظر کو تحریری طور اوپر والے ادارے کو ارسال کرے۔بالائی ادارے کے فیصلے کی پابندی نیچے والے ادارے پر لازمی ہوگی۔

4.3 ہر پارٹی یونٹ اور ادارے کے لیے لازمی ہوگا کہ وہ وقتاً فوقتاً اپنی انفرادی اور اجتماعی سرگرمیوں اور کارکردگی کا جائزہ لے اور اسے زیادہ موثر بنانے کے لیے اقدامات کرے اور ایسے جائزوں اور کارکردگی کی تحریری رپورٹ متعلقہ پارٹی اداروں کو ارسال کرے۔

4.4 پبلک میں کام کرنے والا ممبر پارٹی کے ڈسپلن اور جمہوری اقدار کے دائرے میں کام کرے گا اور اپنی پوزیشن سے کوئی مالی فائدہ نہیں اٹھائے گا۔

4.5 تمام اجلاسوں کی کاروائی تحریر کی جائیگی اور سرگرمیوں کی رپورٹ متعلقہ ادارے کے اراکین اور متعلقہ بالائی ادارے کی دسترس میں ہوگی۔کسی بھی ادارے کی تحریری کاروائی کو حذف

کرنے کا اختیار متعلقہ کمیٹی کو ہوگا۔

4.6 پارٹی کے ہر رکن اور ہر ادارے کے لیے یہ لازم ہوگا کہ وہ پارٹی منشور، دستور اور تمام فیصلوں کی پابندی کرے اور خلاف ورزی کی صورت میں متعلقہ ادارہ یا بالائی ادارہ تحریری نوٹس جاری کرے گا متعلقہ رکن یا ادارہ تحریری طور پر جواب دے گا اور اسے صفائی کا پورا موقع دیا جائیگا۔

4.7 خلاف ورزی کی نوعیت کے مدنظر تحقیقاتی کمیٹی بھی مقرر کی جاسکتی ہے۔ جوانپی رپورٹ متعلقہ ادارے کو پیش کرے گی۔ فیصلہ متعلقہ ادارہ ہی کرے گا۔ ڈسپلن کی خلاف ورزی پر کسی کو عہدے یا رکنیت سے معطل کیا جاسکتا ہے اور الزام ثابت ہونے پر رکنیت ختم کی جاسکتی ہے۔

4.8 ہر فیصلے سے متاثر رکن یا ادارے کو اپیل کا حق ہوگا جو اوپر والے ادارے کے پاس کی جاسکتی ہے۔ اپیل یا حتمی فیصلوں کا حق وفاقی کمیٹی کے پاس ہوگا۔

پانچواں باب

پارٹی انتخابات

5.1 پارٹی کے تمام ادارے منتخب ہونگے اور تمام انتخابات ہر ادارے کے انتخاب کے لئے دیئے گئے طریقہ کار کے مطابق ہونگے۔ وفاقی، قومی/صوبائی اور ضلعی کمیٹیاں اپنی اپنی سطح پر انتخابات سے قبل الیکشن کمیشن مقرر کریں گی جن کی تعداد بھی متعلقہ کمیٹی ہی طے کرے گی، جو متعلقہ اداروں کے انتخابات کے ذمہ دار ہونگے۔

5.2 غیر سرکاری تنظیموں (NGOs) کے تنظیمی و انتظامی سربراہ پارٹی کے کسی بھی عہدہ کیلئے انتخاب میں حصہ نہیں لے سکتے۔

5.3 سرکاری ملازم پارٹی کے کسی بھی انتخابات میں حصہ نہیں لے سکتے۔

5.3 اپیل کمیشن

وفاقی کمیٹی سینئر ممبران پر مشتمل ایک تین رکنی اپیل کمیشن منتخب کرے گی۔ اپیل کمیشن کسی بھی انتخابی شکایت یا اپیل پر فیصلے سے قبل انکوائری کرسکتا ہے۔ اپیل کمیشن کے فیصلے کی حتمی منظور وفاقی کمیٹی دے گی۔

چھٹا باب

ملکی پارلیمانی انتخابات

6.1 ملک میں تمام پارلیمانی انتخابات میں حصہ لینے کے لیے پارٹی امیدواروں کے تعین کے لیے وفاقی ایگزیکٹو کمیٹی پارلیمانی بورڈ تشکیل دے گی۔ پارلیمانی بورڈ کے اراکین خود انتخابات میں حصہ نہیں لیں گے۔ انتخابات میں حصہ لینے کے خواہش مند اراکین اپنی درخواستیں مقامی یونٹ، ضلعی کمیٹی و صوبائی کمیٹی کی منظوری کے بعد پارلیمانی بورڈ کو بھجوائیں گے۔ پارٹی ٹکٹ جاری کرنے کے لیے پارلیمانی بورڈ کا فیصلہ تمام اراکین پر لازم ہوگا لیکن اس کے فیصلے کے خلاف اپیل وفاقی ایگزیکٹو کمیٹی میں کی جاسکے گی۔ جس کا فیصلہ حتمی ہوگا۔

6.2 پارلیمانی بورڈ کو پارٹی ٹکٹ کے لیے درخواست کے ساتھ فیس کے تعین کا حق ہوگا۔ جس کی ادائیگی امیدوار رکن کے لیے لازمی ہوگی۔ پارلیمانی بورڈ قواعد وضوابط جاری کرسکتا ہے۔

6.3 بلدیاتی انتخابات کے لیے قومی/صوبائی کمیٹی بورڈ مقرر کرے گی جو وفاقی سطح کے پارلیمانی بورڈ کی طرز پر کام کرے گا۔ بورڈ کے فیصلے کے خلاف اپیل قومی/صوبائی کمیٹی کے سامنے کی جاسکے گی۔ جس کا فیصلہ حتمی ہوگا۔

ساتواں باب

دیگر امور

7.1 پارٹی فنڈز اور مالی معاملات

(i) پارٹی میں ہر سطح پر مالی حساب کتاب باضابطہ، شفاف اور تحریری طور پر رکھا جائیگا۔ اس کی ہر متعلقہ ادارے میں باقاعدہ رپورٹنگ کی جائیگی۔ وفاقی سطح پر پارٹی فنڈز کے لیے باقاعدہ اکاؤنٹ کھولا جائیگا جس کو چلانے کی ذمہ داری سیکرٹری مالی امور، جنرل سیکرٹری اور پارٹی صدر پر ہوگی۔ قومی اور ضلعی سطح پر بھی بنک اکاؤنٹ کھولے جاسکتے ہیں۔

(ii) بنیادی طور پر پارٹی فنڈز کا انحصار پارٹی کے اراکین، عہدیداروں اور ہمدردوں پر ہی ہوگا۔ وفاقی کمیٹی فنڈز جمع کرنے کے اور طریقہ کار کے بارے میں فیصلہ کرسکتی ہے۔ یا خصوصی فنڈ کی اپیل کرسکتی ہے۔

(iii) پارٹی رکنیت کی تمام فیس، مقامی یونٹ ضلعی قومی کمیٹی کے ذریعے وفاقی کمیٹی کو ادا کریں گے۔

(iv) پارٹی اراکین سے ماہانہ فیس پارٹی بنیادی یونٹ وصول کریں گے۔ اور وصول شدہ رقم کا 25 فیصد حصہ بنیادی یونٹ، 25 فیصد ضلع شہر، 25 فیصد قومی/صوبائی اور 25 فیصد وفاق کے درمیان تقسیم کیا جائیگا۔

7.2 ادارہ تعلیم و تربیت

پارٹی اپنے اراکین اور ہمدردوں کی سیاسی تعلیم و تربیت کے لیے ایک خصوصی ادارہ تشکیل دے گی۔ جس کا بنیادی کام پارٹی اراکین کے لیے محنت کشوں اور تمام محنت کار عوام کے حقوق، ذمہ داریوں اور ان کی نظریاتی تربیت کرنے کی حکمت عملی ترتیب دینا ہوگا۔ نیز پاکستان کی

تاریخ، آئینی اور جمہوری حقوق کی جدوجہد، کثیر المعیشت، کثیر القومی اور طبقاتی سماج، جمہوریت اور اشتراکیت کے مختلف پہلوؤں، مرحلوں اور صورتوں کا تعین کرنا اور پارٹی کے بنیادی اصولوں اور پروگرام پر جدوجہد کی تربیت کرنا ہوگا۔ اس کام کے لیے یہ ادارہ تقریر، تحریر، طباعت و اشاعت اجتماع و جدوجہد کے مختلف ذریعوں اور صورتوں کو کام میں لائے گا۔

ضمیمہ

پارٹی دستور کے تیسرے ہی باب کی شق 3.3 ''وفاقی کمیٹی'' اور ذیلی شق (vi) وفاقی کمیٹی میں خواتین کی نمائندگی سے متعلق ہے اور کہا گیا ہے کہ

''(vi) وفاقی کمیٹی میں خواتین کی کم سے کم تعداد 33 فیصد ہوگی۔ اور یہی اصول پارٹی کے تمام اداروں کے لئے نافذ ہوگا''۔

یہ بات اصولی طور پر تو تسلیم کرلی گئی ہے لیکن عملی طور پر فی الحال ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ پارٹی کے نیچے سے اوپر تک کے اداروں میں نہ تو عورتوں کی رکنیت زیادہ ہے اور نہ ہی نمائندگی 33 فیصد ہے لہٰذا اس بات کی شعوری کوشش کی جائیگی کہ آئندہ کانگرس کے انعقاد تک اس اصول پر عمل درآمد ہوسکے۔

☆☆☆